بعثتِ نبوی ﷺ کی پیشینگوئیاں

ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں



ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

دار الکتاب
اردو بازار، لاہور

رجب ۱۴۲۵ ھ بمطابق ۱۱ ستمبر 2004ء
بروز ہفتہ

خاکپائے فقیر
ابو محمد
سلیم شہزاد نقشبندی مجددی عفی عنہ
بن
نذیر احمد نقشبندی مجددی مدظلہ
بن
عطا محمد رحمۃ اللہ علیہ
بن
نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

بلاک 23 سرگودھا۔

بعثتِ نبویؐ کی پیشین گوئیاں

(ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں)

ترتیب وتدوین

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

دار الکتاب
کتاب مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور
☎ 042 - 7235094

پاکستان میں دارالکتاب لاہور
ہندوستان میں دارالکتاب، دہلی

کتاب: بعثتِ نبویؐ کی پیشین گوئیاں
مؤلف: ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری
ناشر: دارالکتاب کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور
فون: 7235094
اشاعت: جنوری 2004ء
طابع: حاجی حنیف اینڈ سنز
قیمت: 60 روپے

اہتمام
حافظ محمد ندیم

......﴿ملنے کے پتے﴾......

☆......مکتبۃ البخاری، لیاری ٹاؤن، کراچی
☆......اسلامی کتب خانہ، کراچی
☆......کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی
☆......مکتبہ سید احمد شہید، لاہور

فہرست مضامین

تعارفِ مصنف و تصانیف

''نراشنس اور انتم رشی'' اور ''کلکی اوتار اور حضرت محمد ﷺ صاحب'' نامی دو کتابیں جن کا ترجمہ آپ کے پیش خدمت ہے۔ ان کے مصنف کا نام پنڈت وید پرکاش اپادھیائے ہے۔ والد کا نام پنڈت رام رام سجیون اپادھیائے ہے۔

پنڈت وید پرکاش اپادھیائے الہ آباد کی ایک تحصیل منجھن پور کے قصبے برہم پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقے کی روایات کے مطابق گھر ہی پر حاصل کی۔ سنسکرت زبان کے ساتھ ساتھ ویدک سنسکرت کا علم بھی اپنے باپ دادا اور بزرگوں سے حاصل کیا۔ مذہبی علوم وفنون سے فارغ ہونے کے بعد مروجہ علوم وفنون کی طرف راغب ہوئے۔ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات پرائیویٹ طور پر پاس کیے۔ 1966ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے گریجویشن کیا اور 1968ء میں سنسکرت وید میں پوسٹ گریجویشن کیا اور اسی یونیورسٹی میں ریسرچ اسکالر کے طور پر کام کرنا شروع کر دیا اور صرف سولہ ماہ کی قلیل مدت میں اپنا تحقیقی مقالہ مکمل کر کے ڈی فل کے لیے پیش کر دیا۔ 1970ء میں دھرم شاستر سے آچاریہ اور جرمن ڈپلومہ حاصل کیا۔ 64-1963ء میں سنسکرت اشلوک رچنا پرتی یوگتا میں پہلا انعام جبکہ 65-1965ء میں سنسکرت نبندھ رچنا پرتی یوگتا اور سنسکرت اشلوک رچنا پرتی یوگتا دونوں میں پہلا انعام نیز اسی سال وشودیالیہ سنگھ کی جانب سے سنسکرت سبھا مشن کلکتہ میں بھی پہلا انعام حاصل کیا۔ 66-1965ء میں دھرم شاستر سبھا کلکتہ کی جانب سے گدیہ میلے کے پروچن کا امتیازی سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ 67-1966ء میں سنسکرت اشلوک رچنا پرتی یوگتا میں دوبارہ پہلا انعام حاصل کیا۔ 68-1967ء میں سنسکرت اشلوک رچنا پرتی یوگتا میں پہلا انعام، بنارس سنسکرت وشودیالیہ کے تحت شسری کاشی دیا یام شالہ ورشٹھ ورگ پرنی ندھی کی 1967ء میں کالی داس ساہتیہ کمیٹی کی جانب سے منعقد کرائے گئے سنسکرت وادوواد پرتی یوگتا میں حصہ لے کر ٹرافی حاصل کی۔

خاندانی طور پر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے کا تعلق یجرویدی برہمنوں کے خاندان سے ہے۔ ان کے خاندان میں وید اور پران پڑھنے پڑھانے کا رواج صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ اور اس خاندان میں ہندومت کے بڑے بڑے اسکالرز اور ودوان ہو گزرے ہیں۔ پنڈت وید پرکاش کے باپ کا شمار ہندوستان کے بڑے اور مرکزی پنڈتوں میں ہوتا ہے جن کے چیلے اور پیروکار سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ وید پرکاش کے دادا شیو سیوک اپادھیائے ہندوستان کے ماہرین علم نجوم میں سے ایک تھے۔ پنڈت وید پرکاش اپادھیائے کا خاندان سناتن دھرمی ہے۔ سناتن دھرم کا مطلب ہے ''ازل سے چلا آنے والا دھرم'' یہ لوگ دھرم کے آدھار کے قائل ہیں۔ ایک ایشور ادر یعنی توحید کے قائل ہیں۔ مورتی اور بتوں کی پوجا پاٹ کو بے بنیاد بتاتے ہیں۔ ایش دوتو یعنی رسالت ونبوت کو بھی مانتے ہیں- اوتار کو پیغمبر کے مقام پر رکھتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ اوتار یعنی نبی اور پیغمبر ''صرف ہندوستان ہی میں نہیں آئے بلکہ ہر علاقے، قوم ہر ملک اور ہر قوم میں آئے اور پیغمبر جس قوم میں بھی آئے ہیں اسی قوم کی وضع قطع اور وہیں کے لباس اور زبان کو اپنایا ہے۔''

سناتن دھرمی انسانوں کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

1- آستک یعنی ایشور کو ماننے والا۔ مسلمان، مسلم، مومن

2- ناستک یعنی ایشور کو نہ ماننے والا، کافر۔

3- مشرک یعنی ایشور کے ساتھ دوسرے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرنے والا مشرک۔

ڈلیش سناتن دھرم میں چھپیک یعنی بدعات کو برا سمجھا جاتا ہے اور آڈمبر یعنی نمود ونمائش، دکھاوا اور ریاکاری کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح یہ خاندان اپنے دھرم کو واستوک سروپ یعنی حقیقی شکل وصورت میں قائم رکھے ہوئے ہے۔ نیز یہ دھرم اپنے سماج اور معاشرے کو مول دھرم یعنی اصل فطرت کی طرف لانے کے لیے کوشاں ہے۔ ڈاکٹر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے کی پہلی کتاب کا نام ''دھارمک ایکتا کی جیوتی'' ہے۔ اس کتاب میں توحید سے متعلق جو منتر ویدوں میں آئے ہیں جمع کر دیئے گئے ہیں اور پھر ان پر اپنی رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نبوت ورسالت سے متعلق پرانوں میں خصوصاً بھوشی پران

میں جو کچھ بیان ہوا ہے جمع کر دیا گیا ہے۔اس کے بعد ان کی کتاب ''نراشنس اور انتم رشی'' ہے جس کا ترجمہ ان تعارفی صفحات کے بعد آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔اس کتاب میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خصوصیات، آپ ﷺ کا عہد، جائے پیدائش، آپ ﷺ کی صفات وشخصیت وغیرہ کا مفصل ذکر ہے۔

ایک اور کتاب ''کلکی اوتار اور محمد ﷺ صاحب'' ہے۔کتاب میں درج ہے کہ پرانوں کے مطابق تیئس (23) اوتار ہوگزرے ہیں چوبیسواں اوتار کلکی جو انتم اوتار ہے۔ یعنی آخری پیغمبر ہے۔اس کے بعد کوئی اوتار نہیں آئے گا۔مذہب اسلام کی رُو سے حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔آپ ﷺ کی تعلیمات قیامت تک کے لیے ہیں اور اب کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ O (احزاب۔40)

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر رسولوں پر مہر ہیں۔''

خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

انا خاتم النبین لانبی بعدی.

میں تمام نبیوں میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

یہ بات جان کر ڈاکٹر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے نے کلکی سے متعلق کلکی پرانوں اور بھاگوت پرانوں میں جو بھی نشانیاں بتائی گئی ہیں سب کو جمع کیا اور حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ مقدسہ سے اُن کا موازنہ کیا تو تمام کی تمام نشانیاں بعینہٖ آپؐ کی ذاتِ تقدس پر صادق آئیں اور پنڈت جی اس نتیجے پر پہنچے کہ ہندو جس کلکی کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔مسلمان ان ہی کلکی یعنی حضرت محمد ﷺ کے نام لیوا ہیں اور ان ہی کے پیروکار ہیں۔

اس ضمن میں پنڈت وید پرکاش نے دعوؤں کے ساتھ دلائل بھی پیش کیے ہیں۔ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل اس نشانی پر ہے۔

''کلکی گھوڑے پر چڑھے گا اور دشتوں میں یدھ کرے گا۔''

پنڈت جی کہتے ہیں:

''اب تلوار اور گھوڑے کی لڑائی کا زمانہ نہیں رہا توپ بندوق، بم اور ٹینکوں کی لڑائی ہوتی ہے۔لہٰذا کلکی کو اس زمانے میں تلاش کیا جائے جب تلوار اور گھوڑے کی لڑائی ہوتی تھی۔ پھر انہوں نے بتایا کہ تلوار اور گھوڑوں کی لڑائی حضرت محمد ﷺ صاحب کے زمانے میں ہوتی رہی ہے اور آپ ﷺ نے ان دونوں چیزوں کا استعمال کیا ہے۔ آپ ﷺ کے صرف ساٹھ سال بعد عرب میں بارود ایجاد ہوا جو آج کل کے ہتھیاروں کی بنیاد ہے۔''

ان کتب کا مصنف ڈاکٹر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے بذاتِ خود صلح جو روش کا دعوے دار ہے جو بھارت میں روز افزوں فرقہ وارانہ کشیدگی اور مذہبی منافرت سے نالاں و متنفر نظر آتا ہے اس رویے کو ختم کرنے یا ممکن حد تک کم کرنے کے احساس نے اسے تحقیق کے اس رخ پر ڈالا جہاں دورانِ مطالعہ اسے اس حقیقت کا علم و احساس ہوتا ہے کہ موجودہ ہندو قوم جس آخری اوتار کے انتظار میں ہے وہ حضرت محمد ﷺ ہیں اور وہ تشریف لا چکے ہیں۔ انجام کار وہ اپنے ہم مذہب یعنی ہندوؤں کو دینِ اسلام کی طرف راغب اور متوجہ کرتا ہے۔ ان کو محمدی تعلیمات بتاتا ہے اور انہیں ہم آہنگی و یک جہتی کا درس دیتا ہے۔

یہ معلوم نہیں کہ مصنف ڈاکٹر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے نے خود اسلام قبول کیا تھا یا نہیں۔ بہر حال ہدایت کا معاملہ تو اللہ جل شانہ کے ہاتھ میں ہے۔

محمد ادریس اعوان

حرفِ چند

از: مرتب

ڈاکٹر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے نے ایک جگہ لکھا ہے کہ

''تاریخی موضوعات پر تحقیقی کام کرنے کا جذبہ میں ہمیشہ اپنے اندر موجزن پاتا ہوں۔ ویدوں میں، بائبل میں اور بدھ گرنتھوں میں ''انتم رشی'' کی شکل میں جس کے آنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ وہ محمد ﷺ صاحب ہی ثابت ہوتے تھے۔ نیز میرے دل نے مجھے آواز دی کہ حقیقت کو منظر عام پر آنا ہی چاہئے خواہ یہ بات کسی کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ لگے۔ محمد ﷺ صاحب سے پہلے بھارت اور عرب کے لوگوں کا مذہب ایک تھا۔ اس موضوع سے متعلق مختلف ثبوت موجود ہیں جس کا اظہار یہاں مناسب نہیں۔ مذہب کے محدود تصور کا میں طرفدار نہیں ہوں۔ کوئی بھی بات اگر کسی بھی مقام پر مناسب اور برمحل کی گئی ہے تو اسے نکال پھینکنے کی میں کوشش نہیں کرسکتا۔''

ویدوں میں بارہ بیویوں والے ایک اونٹ سوار شخص کے ہونے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ جس کا نام ''نراشنس'' ہے۔ ''نراشنس'' کا ارتھ یعنی توضیح سانیٹر نے یہ بیان کی ہے۔ ''ایسا انسان جو آدمیوں کے ذریعے تعریف کیا جائے۔'' میری رائے اس موقع پر سانیٹر سے اتفاق نہیں کرتی کیونکہ میرے خیال میں ''نراشنس'' کا لفظ ایسے آدمی کا پتہ دیتا ہے جو تعریف کیا گیا ہو۔ محمد ﷺ لفظ ''نراشنس'' کا عربی ترجمہ ہے۔

ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں حضور نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کے متعلق بہت سی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ ہندوؤں کی کتب مقدسہ وید، اپنشد اور پران تین حصوں میں تقسیم ہیں۔

''بھوشیہ پران'' میں رسول اللہ ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی، ان کے وطن اور قوم کا ذکر موجود ہے اور صحابہ کرام کے تعریفی گیت گائے گئے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کو اللہ جل شانہ کا قائم کردہ دین کہا گیا ہے۔

ایک جگہ یوں ذکر ہے:

''اس دیوتا کا نام اللہ ہے۔ وہ ایک ہے مترا، ورونا وغیرہ اس کی صفات ہیں۔ یقیناً اللہ ورون ہے جو تمام کائنات کا بادشاہ ہے۔ دوستو! اس اللہ کو اپنا معبود سمجھو، وہ ورون ہے اور ایک دوست کی طرح وہ تمام لوگوں کے کام سنوارتا ہے، وہ اندرا ہے، عظیم الشان اندرا۔

اللہ سب سے بڑا، سب سے بہتر، سب سے زیادہ مکمل اور سب سے زیادہ مقدس ہے۔ محمد الرسول اللہ ﷺ، اللہ کا عظیم ترین رسول ہے۔ اللہ اول و آخر اور رب العالمین ہے۔ تمام اچھے کام اللہ ہی کے لیے ہیں۔ درحقیقت اللہ ہی نے یہ سورج چاند اور ستارے پیدا کیے ہیں۔ اللہ نے سب رشی بھیجے اور سورج چاند ستاروں کو پیدا کیا۔ اللہ نے ارض و سماء کو ظاہر کیا۔ اللہ عظیم ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے پجاری (اتھروارشی) کہہ دے! لا الٰہ الا اللہ، اللہ ازل سے ہے اور رب العالمین ہے۔ وہ تمام برائیوں اور مصیبتوں کا دور کرنے والا ہے۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جو اس عالم کا رب ہے پس اعلان کر دو کہ اللہ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے مبعوث ہونے کی پیشین گوئیاں تو تورات، انجیل اور زبور میں بھی موجود ہیں۔

لیکن ہم اس وقت یہاں ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں نبی اکرم ﷺ کی بعثت کی پیشین گوئیوں کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے ہندو مت کے ایک بین الاقوامی اسکالر ہیں۔ حال ہی میں ان کی ان کتب جن کا اردو ترجمہ اب آپ کے پیش نظر ہے، کا انگریزی

ترجمہ انڈونیشیا کے ایک معروف ناشر نے چھاپ دیا ہے۔

پاکستان کے مایہ ناز محقق اور ہندومت کے ماہر اسکالر پروفیسر محمد اسماعیل آزاد صاحب کے ذریعہ مجھے ان کتب کا اردو ترجمہ جو محمد ایوب انصاری صاحب کا کیا ہوا تھا حاصل ہوا۔ جسے پڑھ کر ترجمہ کے مناسب حال درستگی کر دی گئی ہے۔اس کتاب کی طباعت سے متعلق مولانا محمد ادریس اعوان صاحب اور حافظ محمد ندیم صاحب سے گفتگو ہوئی تو ان دو حضرات نے اپنے ادارے سے اسے چھاپنے پر آمادگی ظاہر کی۔ میں ان حضرات کا شکر گزار ہوں۔

امید ہے کہ یہ کتاب انشاء اللہ عوام وخواص کے حلقے میں خصوصی پذیرائی حاصل کرے گی۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کو اسلام کی دولت سے سرفراز فرمائے اور مترجم و مرتب اور ناشر کو حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعتِ کبریٰ سے بہرہ مند فرمائے۔(آمین)

حافظ حقانی میاں قادری

ایف 33/1 بلاک ایف

نارتھ ناظم آباد کراچی

یکم اگست 2002ء

سارسوت ویدانت پرکاش سنگھ

(1) خدا ایک ہے وہ کوئی شکل نہیں رکھتا، قدیم ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔ مہا سارسوتی یعنی تمام قوت سے بھرپور ہونے کی وجہ سے وہ سب سے زیادہ طاقتور اور قوت والا ہے۔

(2) دنیا کی نجات اور بنی نوع انساں کو راہ راست دکھانے کے لیے مختلف اوقات میں نبی بھیجے گئے ہیں، جنہوں نے الہامی آواز (وحی) کو سنا ہے۔

(3) خدا، تمام انبیاء، جنت، جہنم اور آسمانی کتب پر ایمان رکھنا اور ہر یہ نہ ہونا اس ادارہ کے ممبران کے لیے لازم ہے۔

(4) خدا کی عبادت، روزہ، تیرتھ اور اچھے کردار پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

(5) صداقت کو قبول کرنا، جھوٹ سے پرہیز یا انکار کرنا اور تمام مذاہب کا احترام کرنا چاہیے۔

(6) محدود سوچ اور تنگ نظر نہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے روحانی مقام کو پہچاننا چاہیئے

یعنی روحانی کیفیت سے آشنا ہونا چاہیئے۔

(7) امن وآتشی کی توسیع کرتے ہوئے نجات حاصل کرنے کے لیے جھوٹ اور برائی کو چھوڑ کر فرائض کو انجام دینا چاہیئے۔

(8) ویدوں، اپ نشدوں اور یوگ شاستر کی کتابوں کا اور بلندی کردار سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

(9) یوگا کے آسن، صبح سویرے غسل کرنا (نہانا) اور صفائی سے رہنا چاہیئے۔

(10) نیک لوگوں اور علماء (دانش وروں) کا احترام کرتے ہوئے غریبوں کو حتی الامکان زکوٰۃ وخیرات دینا چاہیئے۔

(11) وطن عزیز کی بھلائی یعنی فلاح و بہبود کے کاموں کو تن، من اور دھن سے کرنا چاہیئے۔

(12) دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے ساتھ ظلم اور برابرتاؤ نہیں کرنا چاہیئے۔

(13) ہر ایک شہر اور گاؤں میں اس ادارہ کے ممبران، جماعت بنا کر لوگوں میں اچھے خیالات اور مذہبی اچھائیوں کو پھیلائیں یعنی تبلیغ کریں۔

(14) تمام مذہب کا پیروکار اس ادارہ (سنگھ) کا ممبر ہوسکتا ہے۔

منتظم

حصہ اول

نراشنس اور انتم رشی

محمد ﷺ بحیثیت خاتم النبین

ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

تاریخی مضامین پر تحقیق کرنے کی خواہش میرے دل میں ہمیشہ موجود رہی ہے۔ ویدوں میں، بائبل میں اور بدھ مذہب کی کتابوں میں آخری نبی ﷺ کی شکل میں جس کے آنے کا اعلان کیا گیا ہے وہ حضرت محمد ﷺ ہی ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا میرے ضمیر نے مجھے یہ نیک جذبہ دیا ہے کہ ایسی صداقت کو ظاہر کرنا بہر طور لازمی ہے۔ خواہ وہ لوگوں کو برا لگنے والی ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت محمد ﷺ سے قبل بھارت اور عرب کے باشندوں کا مذہب ایک تھا۔ اس دعوے سے متعلق کئی تاریخی شواہد اور علمی ثبوت موجود ہیں جنہیں یہاں اجمالاً پیش کرنا مناسب نہیں۔ مذہبی تنگ نظری کا میں طرفدار نہیں ہوں۔ کوئی بھی بات کسی بھی مقام پر اگر ٹھیک اور مناسب طریقے سے کہی گئی ہے تو اس سے انکار کرنے کی میں جرأت نہیں کرسکتا بلکہ نہیں کیا کرتا۔ ویدوں میں بارہ (12) ازواج والے ایک اونٹ سوار شخص کے ہونے کی پیشین گوئی موجود ہے جس کا نام ''نراشنس'' ہے۔ ''نراشنس'' کے معنی کی وضاحت ''ساینا'' نے بیان کی ہے کہ ''نراشنس'' ایسا انسان ہے جو لوگوں کے ذریعہ تعریف کیا گیا ہو۔''[1] میرے خیالات اس مقام پر ''ساینا'' سے مطابقت نہیں رکھتے کیونکہ میری رائے میں ''نراشنس'' لفظ ایسے ''نر'' یعنی شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ممدوح ہو۔ ''محمد'' لفظ

---

1. ''نراشنس'' جو لوگوں کے ذریعہ تعریف کیا گیا ہو۔ ساینا بھاشیہ۔ (رگ وید سمہتا ۲/۵/۵)

''نراشنس'' کا عربی ترجمہ ہے۔ زیر نظر کتاب میں میں نے حتی الامکان سچ یعنی حقیقت کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے مطالعہ کرنے والے علم دوست اصحاب سے گزارش ہے کہ اس کتاب سے متعلق اپنی آراء اور اپنے خیالات اس خاکسار کو ضرور روانہ کریں۔

ویدک پرکاش اپادھیائے

مادھو ماس،

اجالا پاکھ (شکل پکش) دواوشی (12)

تاریخ، سبست 2027

باب اول

لفظ ''نراشنس'' کا مطلب

''نراشنس'' لفظ ''نر'' اور ''اشنس'' دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔ نر کے معنی ہوتے ہیں ''آدمی'' اور ''اشنس'' کے معنی ہوتے ہیں ''ممدوح''۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ''اشنس'' لفظ ''وید'' کی زبان کا لفظ ہے، نہ کہ دنیاوی زبان کا۔

''نراشنس'' کا کچھ لوگ، مطلب نکالتے ہیں ''آدمی کی تعریف'' اور کچھ لوگوں کے مطابق ''نراشنس'' لفظ کا مطلب ہوتا ہے ''لوگوں کے ذریعہ جس کی تعریف کی گئی ہو'' پہلا مطلب چھٹے (تت پرش بیاس) مرکب لفظ سے نکلتا ہے اور دوسرا مطلب تیسرے (تت پرش سماس) مرکب لفظ سے نکلتا ہے (یہ مرکب الفاظ سنسکرت کے قواعد کے مطابق بنتے ہیں) قابل غور بات یہ ہے کہ علمی سطح پر لفظ ''نراشنس'' کا مفہوم کیا ہوگا؟ تیسرے مرکب لفظ یا چھٹے مرکب لفظ میں بیان کردہ مطلب مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ ''نراشنس'' کے جملے میں یعنی سوتروں میں کسی خاص شخص کی تعریف ہے، اس لیے جس کی تعریف ''نراشنس'' سے متعلق مضمون میں بیان کی گئی ہے، ''نراشنس'' لفظ سے اسی شخص کی طرف اشارہ ہے ''نراشنس'' لفظ کرم دھارلکے سماس یعنی خاص مرکب لفظ ہے جس کو مفرد بنانے سے ''نراشچاسو آشنسہ'' یعنی ''ممدوح شخص'' ہوگا۔ اس لیے ''نراشنس'' لفظ سے کسی دیوتا کو بھی نہ سمجھنا چاہیئے۔ ''نراشنس'' لفظ اس بات کو ظاہر کردیتا ہے کہ ''ممدوح'' یہ لفظ جس کی صفت ہی وہ آدمی ہے اگر کوئی ''نر'' لفظ کو دیوتا کی طرف منسوب کیا ہوا مانے تو اس کی وضاحت کے لیے اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ ''نر'' لفظ نہ تو دیوتا کا مترادف ہے اور نہ ہی یہ دیوتاؤں کے قبیلے کی کوئی خاص ذات یا ہستی ہے۔

دیوذات

ودیادھر،اپسرس،یکش،راکشش،ماگندھرو،کنر،پشاچ،گھنک،سدھ اور بھوت[1]

1-ودیادھر: دیوتاؤں کی یہ ذات بہت علم داں ہوتی ہے۔علم رکھنے کی وجہ سے ہی ان کا نام ودیادھر پڑا ہے۔[2]

2-اپسرس: پانی پر چلنے کی وجہ سے انہیں ''اپسرس'' کہا جاتا ہے۔[3]

3-یکش: جن کی پوجا کی جاتی ہے وہ یکش کہے جاتے ہیں۔

4-راکشش: جو لوگ انہیں مانتے ہیں ان لوگوں کی یہ دوسرے دیوتاؤں سے حفاظت کرتے ہیں۔

5-گندھرو: یہ صرف خوشبو کو ہی پسند کرتے ہیں۔

6-کنر: یہ ہمیشہ آدمی کی شکل میں رہتے ہیں،لیکن جب چاہتے ہیں اپنی صورت بھی بدل لیتے ہیں اور یہ بہت ہی برے دیوتا تصور کیے جاتے ہیں۔

7-پشاچ: یہ دوسرے جانداروں کو مار کر ان کا گوشت کھا جاتے ہیں اسی لیے انہیں ''پشاچ'' کہا جاتا ہے۔

8-گھنیک: یہ بہت سے خزانے رکھتے ہیں اور ان خزانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ان کے قبضے میں بہت سے خزانوں کے انبار موجود رہتے ہیں،جو زمین یا پہاڑوں میں چھپے رہتے ہیں۔

9-سدھ: یہ ہمیشہ پرمیشور(خدا) کے نزدیک رہتے ہیں۔انہیں پرمیشور کی قربت ہمیشہ حاصل رہتی ہے۔یہ جو کچھ کہہ دیتے ہیں سب سچ ہو جاتا ہے یہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔یہ بہت اچھے دیوتا ہیں۔انہیں قوت صفت نمبر 7 حاصل رہتی ہے۔یہ کبھی بہت چھوٹا روپ بنا لیتے ہیں۔کبھی یہ کافی وزن رکھنے والے بن جاتے ہیں جبکہ کبھی بالکل ہی ہلکے ہو جاتے ہیں۔

10-بھوت: یہ نیکی کرنے والے ہوتے ہیں اور اپنی بھلائی کے لیے کوشاں بھی رہتے

---

[1] امر کوش سورگ، ورگ گیارہواں شلوک (شعر)

[2] رسالہ،امر ۱۲/۱ [3] رسالہ امر سر ورگ ورگ۔۱۱

ہیں۔انہیں بھوتی (عیش، دوات، بھلائی) کی خواہش اور حصول ہوتا ہے۔

''نراشنس'' کی انسانیت

''نراشنس'' لفظ دیوتاؤں کے لیے نہیں بلکہ آدمی ذات میں ممدوح (Praised) کے لیے ہے۔''نر'' لفظ کا مطلب آدمی ہوتا ہے، کیونکہ لفظ ''نر'' آدمی کے مترادف لفظوں میں سے ایک ہے۔

''نراشنس'' کی وسعت

''نراشنس'' کے بارے میں دنیاوی (لوکک) سنسکرت کی کتب میں کچھ بھی مواد نہیں ملتا۔ وید کی کتابوں میں ہی ''نراشنس'' کے متعلق جگہ جگہ منتر (آیات) آئے ہیں۔''نراشنس'' کے بارے میں سمہتا (وید کا دعائیہ حصہ) کی کتابوں میں کافی منتر دستیاب ہیں۔''اتھر وید سمہتا'' کے بیسویں باب کے ایک سوستائیسویں حصے میں ''نراشنس'' کی تعریف میں چودہ منتر موجود ہیں۔''رگ وید'' سبھی ویدوں میں قدیم ترین وید ہے۔ رگ وید میں بھی کئی مقامات پر ''نراشنس'' کے بارے میں منتر موجود ہیں۔ ''رگ وید'' کے مطابق ''نراشنس'' لفظ سے شروع ہونے والے منتروں کی تعداد آٹھ ہے۔ ''رگ وید'' کا پہلا باب، تیرہویں حصے کا تیسرا منتر اور اٹھارویں حصے کے نویں منتر اور ایک سو چھ (106) حصے کے چوتھے منتر میں ''نراشنس'' کا بیان آیا ہے۔''رگ وید'' کے دوسرے باب کے تیسرے حصے دوسرے منتر، پانچویں باب کے پانچویں حصے، دوسرے منتر، ساتویں باب کے دوسرے حصے، دوسرے منتر، دسویں، چونسٹھویں حصے، تیسرے منتر اور ایک سو بیالیسویں حصے، دوسرے منتر میں بھی ''نراشنس'' سے متعلق بیانات آئے ہیں۔ ''سام وید سمہتا'' کے تیرہ سو اونچاسویں منتر میں اور ''واج سلیپی سمہتا'' کے اٹھیسویں باب کے ستائیسویں منتر میں بھی ''نراشنس'' کے بارے میں معلومات دستیاب ہیں۔ ''نراشنس'' سے متعلق ایک بیان تینتیسویں حصے[۴] (۳/۶/۳/۱) میں بھی ملتا ہے۔''شت پتھ برہمن'' کے پہلے حصے میں دسویں پورے مہینے کے تہوار کے موقع پر پانچ

پریاجوں میں ''نراشنس'' پریاج یگ میں بھی اس لفظ کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔اس طرح یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ''نراشنس'' صرف ایک وید تک محدود نہیں، بلکہ یہ لفظ رگ وید، یجروید، سام وید اور اتھروید میں بھی پھیلا ہوا ہے۔

''نراشنس'' کا زمانہ معلوم کرنا

کسی خاص شخص کو سامنے رکھ کر جب کسی کتاب میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خاص شخص کتاب کی تصنیف سے پہلے کے زمانے میں رہتا ہے، ورنہ کتاب میں خاص شخص کا تذکرہ آنے کا امکان نہیں۔ اگر مندرجہ بالا اصول سے کوئی دانشور یہ نتیجہ اخذ کرے کہ ''نراشنس'' کی موجودگی کا وقت ویدوں کے وجود سے بھی قبل تھا تو یہ نتیجہ اتھروید کے بیسویں باب کے تحت ایک سوستائیسویں حصے کے پہلے منتر سے ہی متضاد ہو جاتا ہے کہ ''نراشنس'' ویدوں کے نزول سے قبل نہیں بلکہ بعد کی حالت میں ہی وجود میں آتا ہے[1]۔ برہم دیوتا کے جملے میں کہا گیا ہے کہ اے لوگو! سنو، ''نراشنس'' کی تعریف کی جائے گی۔ مندرجہ بالا برہم کا کلام اتھروید کا ہے، اور یہ وید رگ وید، یجروید اور سام وید سے بہت بعد کا ہے۔ اس لیے اتھروید کے زمانے کے بعد تو ''نراشنس'' کا پیدائش کا ہونا طے ہو گیا۔ ''نراشنس'' کی سواری کی شکل میں اونٹ کا استعمال ہے۔[2] لہٰذا ''نراشنس'' کی پیدائش کا ہونا اس وقت طے ہے جب اونٹوں کا سواری کے طور پر استعمال ہوتا ہو۔

مقام کا تعین

''نراشنس'' کے مقام کا تعین کرنے کے لیے نہ تو خارجی ثبوت دستیاب ہوتے ہیں اور نہ تو کوئی داخلی ثبوت بلکہ مقام کے تعین کے بغیر ''نراشنس'' کے مقام پیدائش کا علم بھی ناممکن ہے۔ اس لیے ''نراشنس'' کے مقام کا فیصلہ کیا جا رہا ہے۔ ''نراشنس'' سواری کی شکل میں اونٹ کا استعمال کرے گا۔ کوئی بھی شخص اصولی طور پر جس ملک، زمانے یا ماحول میں پیدا ہوتا ہے، اس ملک کی زبان، رہن سہن اور سواری کا استعمال بھی کرتا ہے۔ اونٹوں کی

---

1. اتھروید سمہتا ۲۰/۱۲۷/۱ ۲. اتھروید ۲۰/۱۲۷/۲

23

بہتات ہوگی۔ اونٹوں کی بہتات اکثر انہیں جگہوں پر ہوتی ہے جو ریگستانی علاقے ہوتے ہیں۔ اس طرح مقام کے تعین کا فیصلہ کرتے ہوئے ہم اس حقیقت یا نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ''زراشنس'' ریگستانی علاقے میں پیدا ہوگا جہاں اونٹ کا زیادہ استعمال ہوگا۔

باب دوم

''نراشنس'' کے اوصاف اور عظمت

ویدوں میں جتنے بھی منتر آئے ہیں، ان میں سے اکثر خدائے عظیم (پرمیشور) کے اوصاف پر روشنی ڈالتے ہیں۔ کچھ ہی منتر ایسے ہیں جو دوسرے مضامین سے متعلق ہیں۔ ''نراشنس'' کی عظمت اسی بات سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس کی تعریف کی جائے گی۔ رگ وید کے دور میں بھی یگیہ (قربانی) کرتے وقت ''نراشنس'' کا استقبال کیا جاتا رہا ہے۔ استقبال کرتے وقت اسے محبوب (Beloved) کے لفظ سے مزین کیا گیا ہے۔ ''نراشنس'' کی آواز کی مٹھاس کو بیان کر کے اسے ''رگ وید'' میں برجستہ ''مدھرجھوا'' یعنی کہ (میٹھی زبان والے) بھی کہا گیا ہے۔[1]

علم غیب/ وحی

میٹھی زبان والے یعنی شیریں کلام والے کے علاوہ ''نراشنس'' کا سب سے زیادہ خاص وصف علم غیب بتایا گیا ہے۔ علم غیب والے شخص کو شاعر کہا جاتا ہے (یہاں لفظِ شاعر کے خاص لغوی و معنوی مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے) شاعر کی خصوصیت بصیرت ہوتی ہے جہاں پر سورج، چاند اور دیوتاؤں کی بھی رسائی نہیں ہوتی، جو وہاں تک پہنچ جاتا ہے اور جو روحانی دنیا کا شہنشاہ ہوتا ہے اسے شاعر (کوی) کہا جاتا ہے ک کے معنی خدا کے ہوتے ہیں۔ ''ک'' یعنی خدا سے جس کا تعلق ہوتا ہے خدا کو جو خاص طریقے سے جانتا ہے اسے بھی

---

[1] رگ وید سمہتا

''کوی'' یعنی شاعر کہا جاتا ہے۔لغات میں شاعر کے بہت سے معنی دیئے گئے ہیں۔روشن ضمیر، ہوشیار، عقلمند، مفکر، قابل ستائش اور درویش وغیرہ۔رگ وید میں ''نراشنس'' کو کوی بتایا گیا ہے۔شاعر کا ایک مطلب شاعری کرنے والا بھی ہوتا ہے (لیکن یہاں پر یہ مطلب نہیں ہے)۔

نورانی حسن

''نراشنس'' کے بارے میں اس کی عظمت کا بیان ''سورچی'' لفظ رگ وید میں استعمال ہوا ہے اس لفظ کی وضاحت یہ ہے کہ خوبصورت نور سے معمور ''ارچی'' لفظ کا مطلب ہوتا ہے روشن، اور سو ( ) کا مطلب ہوتا ہے خوبصورت۔''سورچی'' ( ) لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ اتنی خوبصورت شکل کا شخص جس کی آمد سے روشنی سی پھیل (ظاہر) ہو رہی ہو۔''رگ وید'' کے جس منتر میں ''نراشنس'' کو سورچی ( ) کہا گیا ہے یعنی ''نورانی حسن'' کہا گیا ہے اسی جگہ پر اس کے بارے میں یہ بھی صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عظمتِ کردار سے گھر گھر کو روشن کر دے گا یعنی ایسا کوئی گھر نہیں ہوگا جہاں ''نراشنس'' (محمد ﷺ) کی تعریف نہ کی جائے ایسے موقعہ پر ''نراشنس'' نام کا مطلب ہی خود بخود واضح ہو جائے گا۔ کیونکہ ''نراشنس'' لفظ کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو محمود یا ممدوح ہو۔''نراشنس'' کے بارے میں جو لفظ سنسکرت یا وید میں آیا ہے اس میں آیا ہے اس میں لفظ روشن کے معنی دینے والے لفظ کے مترادف لفظ سے مل کر بنا ہے یعنی دونوں لفظوں کا مرکب لفظ بنتا ہے۔ اس لفظ کا مطلب ظاہر ہی ہے ''تمام گھروں کو''۔اگر کوئی یہ شک کرے کہ لفظ اگنی بھی تو مصدر ''انجو'' سے ہی بنا ہے جو روشن ہونے کے ساتھ ہی ساتھ جلا دینے والا بھی ہے تو نراش کے بارے میں لفظ ''انجو'' مصدر سے نکلا ہوا لفظ ''انجن'' کا استعمال کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ''نراشنس'' تمام گھروں کو جلا کر راکھ کر دے گا۔ تو یہ شک نامناسب ہے، کیونکہ جو لفظ جس محل پر استعمال ہوتا ہے، اس محل کے مطابق ہی اپنے معنی کو بھی ظاہر کرتا ہے یعنی استعمال

کرتا ہے۔ اگر لفظوں کے استعمال کے بارے میں موقع محل کی مناسبت کو نہ دیکھا جائے تو بڑے غلط مطلب حاصل ہوں گے مثلاً کھانا کھاتے وقت کوئی کہے ''نیدھولتا'' تو محل کے لحاظ سے سیندھولفظ کے معنی ''نمک'' ہی لیں گے یا لینے چاہئیں نہ کہ گھوڑے کا مطلب لیں اور سفر کرتے وقت ''سیندھو'' () لفظ سے گھوڑے کا مطلب سمجھنا چاہیے، نہ کہ ''نمک'' کے مطلب کو۔ روشنی اندھیرے کو دور کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ روحانی طور پر ''روشنی'' کا لفظ ''علم'' کے لیے اور ''تاریکی'' کا لفظ ''جہالت'' کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نراشنس کے بارے میں اس کی روحانی بصیرت کو شاعر کے لفظ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اس لیے روشنی کا مطلب ''نراشنس'' کے بارے میں علم ہے۔ گھر گھر روشن کرنے کا مطلب گھر گھر میں علم کو پھیلانا ہے۔ اس طرح ''نراشنس'' کو رگ وید میں علم کو پھیلانے والا کہا گیا ہے۔

گناہوں سے نجات دینے والے

''نراشنس کو مکمل گناہوں سے لوگوں کو الگ کرنے والا بتایا گیا ہے۔ جس کے اندر جو صفت پائی جاتی ہے، اس سے اسی صفت کو دوسروں کو دینے کے لیے کہا جاتا ہے۔ منتروں کا دیدار کرنے والے یا ظاہر کرنے والے رشی (بزرگ) ''نراشنس'' سے یہ التجا کرتے ہیں کہ وہ آ کر تمام لوگوں کو گناہوں سے الگ کریں۔ مندرجہ بالا منتر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم زمانے کے درویشوں، نبیوں یا صوفیاء کرام () کے دل میں ''نراشنس'' کے لیے کتنا لگاؤ تھا یا کتنی محبت تھی کہ وہ اپنے اندر شدید خواہش رکھتے تھے کہ ''نراشنس'' آ کر لوگوں کو گناہوں سے نجات دے۔ اگر اوپر کے منتر میں کوئی یہ شک کرے کہ اس کا مطلب تو ہوتا ہے کہ تمام گناہوں سے ہمیں پار اتارو، پھر لوگوں کو گناہوں سے الگ کرنے کی بات کو کیوں خاص مطلب کی شکل میں واضح کیا جا رہا ہے، تو اس کا حل یہ ہے کہ ویدوں میں جو منتر ہے، وہ لوگوں کے ذریعہ کی جانے والی دعا یا منتر ہے نہ کہ رشیوں کے ذریعے خود اپنی بھلائی کے لیے بنائے گئے منتر، کیونکہ وید لوگوں کے ذریعہ نہیں بنا اور ویدوں کو کوئی بنا نہیں سکتا بلکہ وید لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے خدا کی طرف سے رشیوں (نبیوں) کے ذریعہ تشریح

کئے گئے ہیں۔اس لیے اس منتر کا مطلب لوگوں کو گناہوں سے بچانے کو ظاہر کرتا ہے۔

''نراشنس'' کا بلند اخلاق اور تعریف

اولاد اور مال حاصل کرنے کے لیے ''نراشنس'' کی پیروی کرنی چاہیئے اس کے ایسے کاموں کی پیروی کرنی چاہیئے جو لوگوں میں معروف ہے۔''نراشنس'' کی تعریف میں منتر بھی پڑھا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا منتر میں ''نراشنس'' کو لوگوں میں معروف بلند کردار اور اخلاق سے مملو اور لوگوں سے اور خالق سے محبت کرنے والا کہا گیا ہے۔

''نراشنس'' کی سیرت یا اوصاف

کوئی شخص جب تعریف کے قابل ہوتا ہے تو اس کی تعریف کی وجہ اس شخص میں چھپے ہوئے اوصاف ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ تعریف کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ برے لوگوں کی تعریف ان کو خوش کر کے کچھ اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیے شاید ہی کوئی کردے لیکن عام طور پر یا فطری طریقے سے برے لوگ تعریف کے لائق نہ ہو کر برائی کے لائق ہوتے ہیں۔ یہ ضرور کہا جاتا ہے کہ برے لوگوں کی برائی جہاں تک کی جائے وہ کم ہی ہے۔ مندرجہ بالا جملے میں تعریف کا لفظ بھی برائی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ شخص کی مدح یا تعریف کے لیے آٹھ اوصاف ہوتے ہیں جو کہ بالترتیب عہد، بہتر نسب، جانفشانی خواہشات کو ختم کرنا، اچھے کلام (قرآن) کا علم، شجاعت، نرم گفتاری، حتی المقدور سخاوت اور احسان کرنا ہیں۔لوگوں کے دلوں میں درحقیقت وہی مقام حاصل کرسکتا ہے جو لوگوں کا دشمن نہ ہو، دین سے محبت کرنے والا ہو، قابل تعریف کام کرے، برے کاموں سے بچے، بے دین نہ ہو اور غصہ، حسد، حرص، شرم اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا خیال جس کے اوپر اپنا قبضہ نہ کر سکے ''نراشنس'' حضرت محمد ﷺ کو پہچاننے کے لیے اتھرو وید میں کچھ محکم باتیں بتائی گئی ہیں، جو پیش خدمت ہیں۔

1- سواری کے طور پر اونٹ کا استعمال کرنے والا: اتھرو وید میں ''نراشنس'' کے ہونے کی پیشین گوئی کے تحت اس کے ذریعہ اونٹ کو سواری کے طور پر استعمال کرنے کی

بات ظاہر کی گئی ہے۔

2- بارہ ازواج والا: ''نراشنس'' کے پاس بارہ بیویاں ہوں گی۔اس بات کی مضبوطی بھی اتھروویدکے اسی منتر میں ہوتی ہے جس منتر میں اس کے ذریعہ سواری کے طور پر اونٹ کے استعمال کی بات بیان کی گئی ہے۔

3- سواشرفیوں والا: اشرفی (نشک) کا مطلب ہوتا ہے سونے کا سکہ۔سونے کا سکہ برے وقتوں میں آدمی کو بہت سہارا دیتا ہے۔''نراشنس'' کو خدا کی طرف سے سواشرفیاں عطیہ کئے جانے کا بیان ہے۔

4- دس مالاؤں والا: مالائیں گلے کا ہار رہتی ہیں۔'' گلے کے ہار'' کا جملہ بہت زیادہ محبوب کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔''نراشنس'' کے لیے دس مالائیں خدا کی طرف سے عطیہ کرنے کا بیان''اتھروید'' کے بیسویں باب کے ایک سوستائیسویں حصے کے تیسرے منتر میں ہوا ہے۔

5- تین سواروں (گھوڑے) سے معمور:''نراشنس'' کو تین سواروں (گھوڑے) یا گھوڑا سوار کا حصول ہوگا۔اس بات کا بیان یا وضاحت بھی اتھروید کے مندرجہ بالا منتر میں ہوا ہے۔

6- دس ہزار گایوں والا: خدا کی طرف سے''نراشنس'' کو دس ہزار گائیں عطا کی جائیں گی۔

اب ہم اگلے باب میں یہ ثابت کریں گے کہ''نراشنس'' کی پیدائش ہوئی یا نہیں اگر پیدائش ہوئی تو''نراشنس'' کون تھے۔

باب سوئم

''نراشنس'' کا ثبوت

1- نام کا ثبوت:

''نراشنس'' لفظ سنسکرت زبان کا ہے، جس کا مطلب پہلے باب میں بتلایا جا چکا ہے۔ مطلب کے نقطۂ نظر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نراشنس لفظ کا اشارہ کسی خاص شخص کے لیے آیا ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ پیدا ہونے والا شخص جس کے بارے میں ویدوں میں پیشین گوئی کی گئی ہے نر آدمی ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ آشنس تعریف کیا گیا بھی ہوگا۔ مندرجہ بالا وجوہات سے ہمیں ایسے شخص کو ثابت کرنا ہے جو آدمی بھی ہو اور جس کی تعریف بھی کی گئی ہو۔ محمد ﷺ، لفظ حمد۔ تعریف کرنا، فعل سے بنا ہوا ہے جس کا مطلب تعریف کیا گیا ہوتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ آدمی بھی تھے، اس لیے ان میں آدمی پن اور تعریف کیا گیا دونوں صفات ثابت ہو جاتی ہیں۔ اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ ''نراشنس'' لفظ عربی میں لفظ محمد کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ جس طرح لفظ جل جس خاص چیز کو ظاہر کرتا ہے اور واٹر (Water) اور آب و واسر (Wasser) لفظ بھی اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن فرق صرف یہی ہے کہ جل لفظ سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور واٹر، انگریزی زبان کا۔ ''آب'' فارسی زبان کا اور واسر، جرمن زبان کا لفظ ہے جو ایک ہی چیز کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسی طرح ''نراشنس''، سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور محمد ﷺ، عربی زبان کا لفظ ہے جو ایک ہی خاص شخص کو ظاہر کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ''نراشنس'' کے متعلق جو باتیں کہی گئی ہیں وہ باتیں حضرت محمد ﷺ پر پوری اترتی ہیں یا نہیں۔

2- زمانے کا ثابت ہونا:

''نراشنس'' کی پیدائش کا ہونا اس وقت بتایا گیا ہے جب کہ اونٹوں کا سواری کے طور پر استعمال عام ہو۔ حضرت محمد ﷺ بھی اسی وقت پیدا ہوئے تھے جب کہ اونٹوں کا سواری کے طور پر کافی تعداد میں استعمال ہو رہا تھا۔ حضرت محمد ﷺ خود اونٹ کی سواری کے بہت شوقین تھے۔ حضرت محمد ﷺ اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تھے۔

3- مقام کی مماثلت:

''نراشنس'' کا مقامِ پیدائش ایسی جگہ بتایا گیا ہے جو قطعہ زمین ریگستانی ہو۔ محمد ﷺ صاحب مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔ مکہ ایسی جگہ ہے جو ریگستانی علاقہ ہے۔

4- صفت کی مماثلت (الف):

''نراشنس'' کے لیے اتھر وید میں پیارا لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ حضرت محمد ﷺ سبھی کے محبوب تھے۔

(ب): ''نراشنس'' کو علم غیب جاننے والا بھی بتایا گیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کو بھی غیب کی باتوں کا علم ہوتا تھا اس بارے میں ایک تاریخی ثبوت عنایت احمد کی کتاب ''الکلام المبین'' میں موجود ہے کہ رومیوں اور ایرانیوں کی جنگ میں رومیوں کے شکست سے دوچار ہونے کی بات اپنے علم غیب سے حضرت محمد ﷺ نے اپنے دوستوں کو بتائی تھی اور پھر ایک فرشتے سے نو دس سال کے اندر ہی رومیوں کی ہونے والی فتح کی خبر جان کر اسے بتلایا تھا۔ اس پیشین گوئی کے بعد نو سال کے اندر ہی نینوا کی لڑائی میں رومیوں کی فتح 627ء میں ہوئی تھی۔ اسی مضمون سے متعلق سورہ روم نام کی قرآن شریف کی تیسویں سورۃ اتری ہے۔ اسی بات کو قرآن کی سورہ روم کی دوسری سے لے کر چوتھی آیت تک اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ رومیوں کی ذات کو شکست ہوگئی ہے اس عرب کی زمین کے نزدیک ہی وہ لوگ اپنے شکست کھا جانے کے بعد بھی اصل میں نو سالوں کے اندر اندر فاتح ہوں گے۔ خدا کے ہاتھ میں سارے امور ماضی کے بھی اور آئندہ بھی دونوں ہیں۔ یہ محمد ﷺ صاحب کے علمِ غیب کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

(ج): ''نراشنس'' کو ویدوں میں کوی (شاعر) کوتا (شاعری) کرنے والا بھی بتایا گیا ہے اور کوی (شاعری)۔ خدا کو جاننے والا بھی، حضرت محمد ﷺ کو بھی شاعر کہا جاتا تھا۔ شاعر عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے عالم۔ خدا کو جاننے والے محمد ﷺ صاحب تھے کیونکہ یہ رشی یعنی نبی ﷺ تھے۔ خدا کا پیغام بر ہونے کی ہی وجہ سے تو انہیں نبی ﷺ کہا جاتا تھا۔ لفظ نبی ﷺ عربی زبان کا لفظ ہے جو ''نبا'' فعل سے بنا ہے۔ نبا کا مطلب ہوتا ہے، پیغام، اور اس فعل سے مشتق لفظ نبی ﷺ کا مطلب ہوتا ہے پیغام (خدا کا) پہنچانے والا۔

(د): رگ وید میں ''نراشنس'' کو بہت خوبصورت اور گھر گھر میں علم کی روشنی پھیلانے والا بتایا گیا ہے۔ محمد ﷺ صاحب بھی نہایت خوبصورت تھے۔ ان کے حسن کو دیکھ کر لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آتے تھے ان کی پرکشش طاقت کے بارے میں باسورتھ اسمتھ نے محمد اینڈ محمڈنزم، نامی تاریخی کتاب میں بیان کیا ہے کہ محمد ﷺ صاحب کے مخالفین بھی ان کی پرکشش طاقت سے اور ان کی عظمت سے متاثر ہو کر ان کا احترام کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ مخالفین کی بہت زیادہ تعداد اور طاقت ہونے پر بھی محمد ﷺ صاحب نے علم کی روشنی کو گھر گھر پھیلانے کی کوشش کی۔ ڈاکٹر تاراچند نے ''اینفلوئنس آف اسلام آن انڈین کلچر'' نامی کتاب کی تمہید میں لکھا ہے کہ محمد ﷺ صاحب کے پاس وحی آنے لگی اور وہ زمین پر خدا کے پیغمبر ﷺ بن گئے اور عرب کے لوگوں کے مذہبی پیشوا بن گئے۔

(ہ): ''نراشنس'' کو گناہوں کے ہٹانے والا (نجات دینے والا) بھی کہا گیا ہے۔ اکثر کچھ لوگ بے دینی کو بھی دین سمجھ کر اس کی پیروی کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ ایسے لامذہب لوگوں کو ''نراشنس'' ان کے ذریعہ کیے جانے والے گناہوں سے باز رکھے گا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کرے گا جو لوگ گناہ کر چکے ہوتے ہیں اگر وہ اس کی معافی خدا سے نہیں مانگتے تو مستقبل میں دوبارہ گناہ کرنے کا خوف رہتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے صرف لوگوں کو گناہوں سے دور رہنے کی حوصلہ افزائی ہی نہیں کی بلکہ خدا سے معافی مانگنے کے لیے بھی اکسایا، تا کہ لوگوں کو اپنے کیے ہوئے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں نہ جانا پڑے۔

یہ محمد ﷺ صاحب کی تعلیمات کا ہی اثر ہے کہ لوگوں میں جو حضور ﷺ کے پیروکار ہیں آج بھی شراب کا پینا اور سود لینا وغیرہ ممنوع ہے۔ دوسروں کی دولت کا لالچ نہ کرنے کا سبق بھی حضور ﷺ نے دیا۔ قرآن کریم میں دولت وغیرہ کو اہمیت نہ دے کر روحانیت کو اہمیت دی گئی ہے۔

5- ازواج میں مماثلت:

اتھروید میں ''نراشنس'' کو بارہ بیویوں والا بتایا گیا ہے۔ حضور ﷺ کی بھی بارہ بیویاں تھیں ان کی بارہ بیویوں میں پہلی کا نام حضرت خدیجہ تھا۔ حضرت خدیجہؓ جناب خویلد کی دختر تھیں۔ حضور ﷺ کی دوسری زوجہ کا نام حضرت سودہ تھا جو جناب زمعہ کی دختر تھیں تیسری بیوی کا نام حضرت عائشہ تھا جو جناب ابوبکر صدیقؓ کی دختر تھیں۔ چوتھی بیوی جناب حفصہؓ تھیں جو حضرت عمرؓ کی دختر تھیں۔ پانچویں بیوی کا نام جناب زینبؓ تھا جو حضرت خزیمہؓ کی دختر تھیں۔ چھٹی بیوی کا نام جناب ''ام سلمہ'' تھا جو ابی امیہ کی دختر تھیں۔ ساتویں بیوی کا نام بھی ''زینب'' تھا جو جناب جحش کی دختر تھیں۔ آٹھویں بیوی کا نام جویریہ تھا جو حارث کی دختر تھیں۔ نویں بیوی کا نام ریحانہ تھا جو یزید کی لڑکی تھیں۔ دسویں بیوی کا نام ''ام حبیبہ'' تھا جو ابی سفیان کی دختر تھیں۔ گیارہویں زوجہ کا نام ''صفیہ'' تھا جو جناب ''حُیَی'' کی دختر تھیں۔ جناب ''میمونہ'' حضور اکرم ﷺ کی بارہویں بیوی تھیں جو ''حارث'' کی دختر تھیں۔ اس طرح ''نراشنس'' کے بارے میں کہی گئی بات جو ان کی ازواج مطہرات کے متعلق تھیں حضور اکرم ﷺ کے اوپر پوری طرح ثابت ہوگئی ہیں۔ کسی بھی مشہور شخص جو مذہبی فطرت کا رہا ہو، کی بارہ بیویاں نہیں تھیں۔ حضرت محمد ﷺ صاحب ہی ایسے شخص ہوئے تھے جن کی بیویوں کی تعداد بارہ تھی۔ اس طرح ''نراشنس'' کے بارے میں کہی گئی بات حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتی ہے۔

دوسری باتوں میں مماثلت

اتھروید میں صفت تشبیہ (جن میں کسی چیز کی تشبیہ دی جاتی ہے) کے ذریعہ ''نراشنس'' کے بارے میں کچھ باتیں بتائی گئی ہیں، جن کی تشبیہ حضور ﷺ سے دی

جارہی ہے۔''نراشنس'' کے لیے دس ہزار گائیں خدا کی طرف سے عطا کیے جانے کا ذکر اتھر وید میں ہے۔ گائے ایک تلمیحی لفظ ہے۔ گائے کا لفظ عام طور سے اچھے لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے مثال کے طور پر''نر پن گوا'' لفظ لوگوں میں ''اچھے انسان'' کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اس مرکب لفظ کی تشریح سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں میں گائے یعنی اچھا یا عمدہ، حضور ﷺ کی تعلیمات کے ماننے والے ان کی زندگی کے آخری زمانے میں دس ہزار اصحابؓ تھے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے پکے ساتھی تھے۔ فتح مکہ کی غرض سے جب حضور اکرم ﷺ مدینے سے مکے کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو ان کے ساتھ رہنے والے مددگاروں (صحابیوں) کی تعداد دس ہزار تھی۔ حضور ﷺ کے دس ہزار شاگرد جب مکے میں پہنچے تو نہ تو وہاں کسی طرح کی جنگ ہوئی اور نہ تو محمد ﷺ صاحب کے کسی پیروکار (شاگرد) نے کسی کو زحمت ہی دی۔ اسی وجہ سے ان دس ہزار اصحاب کو''گائے'' کہا گیا ہے۔

''نراشنس'' کے بارے میں ویدوں میں یہ ذکر ملتا ہے کہ''نراشنس'' کو تین سو ارون کا حصول ہوگا''ارون'' بھی تلمیحی یا صنعت کا لفظ ہے۔''ارون'' کا مطلب گھوڑا ہوتا ہے۔ گھوڑا بہت تیز رفتار اور جنگ میں نہایت فائدہ مند ہوتا ہے۔ تین سو گھوڑوں کا مطلب یہ ہے کہ تین سے زیادہ اور چار سو سے کم تعداد میں ارون کا ہونا جس طرح ''سپت شتی'' (سات صد والا) لفظ کا مطلب ہوتا ہے ایسی کتاب جس میں سات سو یا اس سے زیادہ لیکن آٹھ سو سے کم نظموں کا مجموعہ ہو، اسی طرح تین شر وارون کا مطلب تین سو یا اس سے زیادہ لیکن چار سو سے کم تعداد میں ارون کا ہونا طے ہے۔ ارون لفظ بہادر جنگجوؤں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کی جنگ مکہ والوں سے جب''بدر'' کے مقام پر ہوئی تھی تب حضور اکرم ﷺ کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تھی۔

اتھر وید میں''نراشنس'' کے لیے دس''سرج'' عنایت کیے جانے کا بیان ہے۔ دوسری طرح سے دس مالائیں (ہار) ایسے دس لوگوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو ''نراشنس'' کے گلے کے ہار کی مانند ہوں اور''نراشنس'' انہیں بہت چاہتا ہو۔ محمد ﷺ صاحب کے بھی دس ایسے لوگ تھے جو ان پر اپنی جانیں نچھاور کرنے پر تلے رہتے تھے

محمد ﷺ صاحب کے چاروں طرف وہ دسوں لوگ ہمیشہ رہتے تھے اسی لیے وہ محمد صاحب کے گلے کے ہار تھے۔

ان دسوں اشخاص کے نام یہ ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوعبیدہ میں جراح۔

1- ابوبکر: یہ عثمان کے بیٹے تھے اور محمد ﷺ کے پہلے خلیفہ تھے۔

2- عمر: دوسرے خلیفہ کے طور پر ان کا نام آتا ہے جو خطاب کے بیٹے تھے۔

3- عثمان: عفان کے بیٹے عثمان تیسرے خلیفہ تھے۔

4- علی: یہ ابی طالب کے بیٹے تھے اور چوتھے خلیفہ تھے۔

5- طلحہ: بڑے بہادر تھے۔ ان کے والد کا نام عبداللہ تھا۔

6- زبیر: ان کے والد کا نام عوام تھا۔ یہ بھی بڑے بہادر تھے۔

7- عبدالرحمٰن بن عوف: ان کے والد کا نام عوف تھا۔ یہ بھی بہادر تھے۔

8- سعد بن ابی وقاص: یہ ابی وقاص کے بیٹے تھے۔

9- سعد بن زید: ان کے والا کا نام زید تھا۔

10- ابوعبیدہ: ان کے والد کا نام جراح تھا۔

مندرجہ بالا دسوں اشخاص تمام جنگوں میں محمد ﷺ صاحب کی مدد کیا کرتے تھے اور مخالفین کے حملوں سے ان کی حفاظت کرتے تھے۔ اس طرح دس کی مالا کے طور پر یہ دسوں اشخاص ''عشرہ مبشرہ'' کہے جاتے تھے انہیں محمد ﷺ صاحب جنتی کہا کرتے تھے۔

اتھروید میں ''نراشنس'' کے لیے سونشک (سونے کا سکہ) خدا کے ذریعہ عطا کیے جانے کا تذکرہ ہے۔ ''نشک'' سونے کے سکوں کو کہا جاتا ہے۔ سونے کے سکے یا ''نشک'' کا لفظ ان بہترین لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو رتن یعنی جواہرات کی مانند عظمت والے ہوں۔ خدائی مذہب کے اشاعت کرنے والوں اور اصل مذہب کے محافظوں کو بھی ''نشک'' لفظ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ''نشک'' بہت قیمتی ہوتا ہے اور اصل

مذہب کے محافظ یا گرو (استاد) کے ذریعہ ملنے والی تعلیمات کے محافظ کی بھی نہایت اہمیت ہوتی ہے۔ محمد ﷺ صاحب جو تعلیمات لوگوں کو عطا کرتے تھے ان کی حفاظت کا کام سو اشخاص کرتے تھے۔ یہ طالبان علم وحکمت محمد ﷺ صاحب کے ذریعہ دی جانے والی تعلیمات کی حفاظت بھی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ان تعلیمات سے آگاہ کرتے تھے۔ یہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ اس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ ویدوں میں جس ''نراشنس'' کے ہونے کی پیشین گوئی کی گئی ہے وہ محمد ﷺ صاحب ہی ہیں۔

باب چہارم

غیر بھارتی مذہبی کتابوں کے مطابق
’’نراشنس‘‘

پہلے کے تین ابواب میں ویدوں کے مطابق ’’نراشنس‘‘ کا سراپا پیش کیا گیا ہے۔ اب غیر بھارتی مذہبی کتابوں کے مطابق جس رشی (نبی ﷺ) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کا سراپا پیش خدمت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب کے مطابق حضرت موسیٰ کے اوپر نازل ہونے والی ’’توریت‘‘ نامی کتاب میں ایسے رشی (نبی) کے ہونے کی پیشین گوئی کی گئی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہی مانند ہو اور اس کے بھائیوں کے درمیان سے ہو۔ اس نبی ﷺ کے منہ میں خدائی بات یعنی وحی کے داخل ہونے کی بات کے علاوہ خدائی احکامات کے پھیلانے کی بات کا تذکرہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں ہوا ہے۔

مندرجہ بالا پیشین گوئی سے ہونے والے رشی (نبی ﷺ) کے بارے میں مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

-1 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مانند ہونا۔
-2 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائیوں کے درمیان سے ہونا۔
-3 خدائی احکامات کو حاصل کر کے انہیں پھیلانا۔

-1 حضرت موسیٰ کے مانند کون اور کیوں؟

اب یہ دیکھنا ہے کہ کون سا ایسا رشی (نبی ﷺ) ہوا جو موسیٰؑ کے مانند رہا ہو۔ کچھ

عیسائیوں کے مطابق مندرجہ بالا پیشین گوئی حضرت عیسیٰ کے لیے ہوئی تھی لیکن اس رائے کو منظور کرنے میں مندرجہ ذیل رکاوٹیں حائل ہیں:

(الف) حضرت موسیٰ نے دین کی تبلیغ میں رکاوٹ ڈالنے والے بادشاہ مصر، فرعون کی طرف کے ایک شخص کو مار ڈالا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ دین میں رکاوٹ ڈالنے والوں کو تہس نہس کرنا حضرت موسیٰ کو پسند تھا۔ حضرت عیسیٰ نے کسی مخالف کو نیست و نابود نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے مخالفین کے ذریعے سولی پر چڑھا دیئے گئے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ موسیٰ کی قوم کے لوگ موسیٰ کے نبی ہونے سے پہلے ان کی زندگی میں بتوں کی پرستش وغیرہ میں پھنسے ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی قوم والے حضرت عیسیٰ کے نبی ہونے سے پہلے ان کی زندگی میں بتوں کی پرستش میں نہیں پھنسے تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اپنی زندگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس طرح اپنے مخالفین پر فتح حاصل کی، اس طرح حضرت عیسیٰ نے اپنے دورانِ زندگی مخالفین پر فتح حاصل نہیں کی بلکہ وہ مخالفین کے ذریعہ ہی غائب ہو گئے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کو اپنے پیروکاروں کے ذریعہ دھوکا نہیں دیا گیا جب کہ عیسیٰ مسیح کو ان کے پیروکاروں میں سے ایک نے دھوکہ دے دیا۔

پانچویں بات کا فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ ماں اور باپ سے پیدا ہوئے تھے۔ بیوی بچوں والے تھے۔ عیسیٰ مسیح تو بغیر والد کے ہی پیدا ہوئے تھے اور نہ تو ان کے کوئی بیوی تھی اور نہ کوئی بیٹا ہی تھا۔

چھٹی بات فرق کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم والوں کو اور اپنے پیروکاروں کو فرعون کے مظالم سے نجات دلا کر، انہیں لے کر اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے ملک کو چلے گئے۔ لیکن عیسیٰ مسیح اپنی زندگی میں رومن سرکار سے اپنے پیروکاروں اور اپنی قوم والوں کو نجات نہیں دلا سکے۔

ساتویں بات کا فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم والوں کو اور اپنے پیروکاروں کو فلسطین پر قبضہ کرنے کے لیے لڑنے کا حکم دیا تھا جس کے نتیجہ میں حضرت موسیٰ

کے ماننے والوں کا فلسطین پر قبضہ ہو گیا تھا لیکن عیسیٰ مسیح نے اپنے ماننے والوں کو جنگ کرنے کا کبھی بھی حکم نہیں دیا۔

آٹھویں بات کا فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کو قدرتی قانون حاصل ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ کے قانون کا نام "لیویٹکس" ہے۔ عیسیٰ مسیح نے کسی بھی نئے نظام کو قائم نہیں کیا بلکہ انہوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ سابق نظام کو مضبوط کرنے کے لیے آئے تھے اور کوئی نیا دین (نظام) لے کر نہیں آئے تھے۔

نویں بات فرق کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے قائد تھے اور بہت ہی جدوجہد کی زندگی گزارتے تھے۔ عیسیٰ مسیح تو اپنی زندگی میں اپنی قوم کے قائد نہیں تھے۔ حضرت عیسیٰ کو صرف بارہ لوگوں نے اپنا مذہبی رہنما اور مذہبی استاد مانا تھا جن میں سے ایک نے انہیں دھوکا دے کر انہیں گرفتار بھی کروا دیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰ مسیح کے ماننے والے بھی ان کے وفادار نہیں تھے اور نہ ان سے سچی محبت کرتے تھے۔

دسویں بات کا فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ طویل عمر پا کر فوت ہوئے تھے جبکہ عیسیٰ مسیح تو 33 سال کی عمر میں ہی اٹھا لیے گئے۔

فرق کی گیارہویں بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی موت کے بعد ان سے پہلے خلیفہ نے فلسطین اور شام پر فتح حاصل کی تھی لیکن عیسیٰ مسیح کے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس طرح عیسیٰ مسیح اس نبی کے منصب پر پورے نہیں اترتے جس کے لیے حضرت موسیٰ نے پیشین گوئی کی تھی۔ عیسیٰ مسیح حضرت موسیٰ کے مانند نہیں تھے۔ یہ بات مندرجہ بالا گیارہ بحثوں سے ثابت ہوئی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا محمد ﷺ حضرت موسیٰ کے مانند تھے؟ دین کی تبلیغ میں خلل ڈالنے والوں کو تباہ کرنے میں محمد ﷺ صاحب حضرت موسیٰ کے ہی مانند تھے۔

دوسری بات یہ تھی کہ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش سے پہلے ان کے ملک کے لوگ بت پرستی میں بہت ہی بری طرح سے ملوث تھے، جس طرح حضرت موسیٰ کی پیدائش سے قبل بت پرستی کا رواج تھا۔

مماثلت کی تیسری بات یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ نے اپنے مخالفین پر فتح حاصل کی اسی طرح محمد ﷺ صاحب نے بھی اپنے مخالفین پر فتح حاصل کی۔

مماثلت کی چوتھی بات یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کو ان کے ماننے والوں نے دھوکہ نہیں دیا اسی طرح محمد ﷺ کو بھی ان کے ماننے والوں نے دھوکہ نہیں دیا۔

مماثلت کی پانچویں بات یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ اپنے ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے اور اولاد اور بیوی رکھتے تھے اسی طرح حضور اکرم ﷺ بھی اپنے ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ حضرت عیسیٰ کی طرح کنواری خاتون کے بطن سے نہیں پیدا ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس بھی حضرت موسیٰ کی طرح بیوی اور بچے تھے۔ عیسیٰ کی طرح حضور اکرم ﷺ شادی کے بندھن سے آزاد نہ تھے۔

مماثلت کی چھٹی بات یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ نے اپنی قوم والوں کو اور اپنے ماننے والوں کو فرعون کی قید سے آزاد کیا تھا اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنی قوم والوں اور پیروکاروں کو مخالفین کے پنجے سے آزاد کیا تھا۔

مماثلت کی ساتویں بات یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کے حکم سے ان کے ماننے والوں نے ان کی موت کے بعد فلسطین اور شام کو حضرت موسیٰ کے خلیفہ کی سرکردگی میں فتح کیا اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے حکم سے فلسطین اور شام کو ان کے ماننے والوں نے ان کے خلیفہ حضرت عمرؓ کی سرکردگی میں فتح کیا۔

آٹھویں بات مماثلت کی یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کو خدا کی طرف سے شریعت حاصل ہوئی تھی اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو بھی ایک نئی شرع حاصل ہوئی تھی۔

نویں بات مماثلت کی یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ اپنی قوم کے مذہبی رہنما تھے اسی طرح حضرت محمد ﷺ صاحب بھی اپنی قوم کے رہنما تھے۔ محمد ﷺ صاحب حضرت عیسیٰ کی طرح رہنمائی سے محروم نہیں تھے۔

دسویں بات مماثلت کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ طویل عمر میں فوت ہوئے تھے ٹھیک حضرت موسیٰ ہی کی طرح حضور اکرم ﷺ نے بھی طویل العمری میں ہی وفات پائی تھی۔

اسی طرح حضرت موسیٰ کی برابری میں حضورﷺ ہی موزوں ہیں، حضرت عیسیٰ مسیح نہیں۔

حضرت موسیٰؑ کے بھائیوں میں سے ہونا

حضرت موسیٰ کے اوپر اترنے والی وحی کے مطابق وہ نبی جو آخر میں آنے والا تھا، حضرت موسیٰ کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اس بات کی تصدیق بھی حضرت موسیٰ کی پانچویں کتاب سے ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ کے بھائیوں میں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی نسل سے نہ ہوکر وہ ان کے بھائیوں کی نسل میں سے ہوگا۔ بائبل کے پرانے اصول کے تحت حضرت موسیٰ کی پانچویں کتاب استثناء کے مطابق یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسرائیل میں حضرت موسیٰ کی طرح پھر دوبارہ کوئی نبی نہیں ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوکر بات کرنے کی صلاحیت ہو۔

حالانکہ بائبل کے صفحہ 30 کے مطابق آخری نبیﷺ کے بارے میں زمانہ ماضی کا استعمال ہوا ہے لیکن وہ زمانہ مستقبل کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح ویدک (ویدوالی) سنسکرت میں اس زبان کے قواعد سے زمانہ ماضی کو ہر زمانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح قرآن کی زبان کا بھی یہی اصول ہے کہ مستقبل میں آنے والی باتوں کو ماضی میں رکھا گیا ہے۔ بائبل کے مطابق بھی اس جگہ پر زمانہ مستقبل کی بات کا تذکرہ زمانہ ماضی میں ہوا ہے۔ اگر اس اصول کو نہ مانا جائے تو سب سے بڑی مشکل یہ ہوگی کہ حضرت موسیٰ کے زندہ رہتے ہوئے ان کے اوپر اتاری گئی کتاب میں یہ کسی طرح بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت موسیٰ کے مانند کوئی نہیں ہوا۔

موسیٰ کے بھائیوں میں سے محمدﷺ صاحب جس رشتہ سے ثابت ہوتے ہیں اس کا بیان پیش کیا جا رہا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ جو آباء واجداد کہے یا سمجھے جاتے ہیں ان کی دو خاص اولادیں تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی کا نام سارہ تھا جس کے کوئی بھی اولاد نہ تھی۔ حضرت سارہ کے اصرار پر حضرت ابراہیمؑ نے مصری نژاد ہاجرہ کو بطور بیوی منظور کر لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس سے اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر چھیاسی

(86) سال تھی۔ حضرت سارہ کے یہاں جب حضرت اسحاق پیدا ہوئے اس وقت حضرت سارہ کی عمر نوے (90) برس تھی اور حضرت ابراہیمؑ کی عمر سو (100) برس تھی۔ ننانوے (99) برس کی عمر میں خدا نے حضرت ابراہیم سے یہ وعدہ کیا کہ وہ حضرت ابراہیم کے خاندان کو بہت ترقی دے گا۔

خدائی الہام (آواز) سن کر حضرت ابراہیمؑ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ خدا سے حضرت ابراہیمؑ کی بات چیت ملک کنعان میں ہو رہی تھی جہاں حضرت ابراہیمؑ پردیسی ہو کر رہتے تھے۔ کنعان کو آج کل فلسطین کہا جاتا ہے۔ خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے یہ وعدہ کیا کہ میں تم کو اور تمہارے بعد تمہارے خاندان کو بھی یہ سارا ملک کنعان جس میں تو پردیسی ہو کر رہتا ہے اس طرح سے عطا کروں گا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان کی اپنی ملکیت رہے گی۔

بائبل کے پرانے اصول کے مطابق یہ ثابت ہوتا ہے کہ فلسطین میں حضرت ابراہیمؑ کی اولادوں کا ہمیشہ قبضہ رہے گا۔ یہ بات ذہن میں رکھنے کے لائق ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو ''بھوشیہ پران'' میں ''ابرامؑ'' کہا گیا ہے اور قرآن مجید میں ابراہیمؑ۔ ابرام کا ''ابراہیم'' نام تب سے پڑا جب سے خدا نے ابرام کو قوموں کے گروہ کا اصل باپ ہونے کی خوشخبری دی۔ فلسطین میں حضرت ابراہیمؑ کی اولادوں کا قبضہ ہمیشہ رہے گا۔ اس خدائی قول سے اتنا تو ظاہر ہے کہ فلسطین میں قبضہ رہے گا تو حضرت ابراہیمؑ کی اولادوں کا ہی خواہ وہ جس فریق کی ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی روایات کے تحت عرب کے باشندوں کا گروہ آتا ہے اور حضرت اسماعیلؑ کے سوتیلے بھائی حضرت اسحاقؑ کی خاندانی روایات میں یہودی لوگ آتے ہیں۔ سوتیلے بھائیوں کی آپسی رقابت کا کیا کہنا؟ یہی وجہ ہے کہ فلسطین میں اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے عرب کے لوگ اور یہودی لوگ آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ یہ سوتیلے بھائیوں کی خاندانی روایات میں پیدا ہونے والے لوگوں کے آپسی جھگڑوں (حسد) کی آگ تب تک ٹھنڈی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ آپس میں یہ نہ سمجھ لیں کہ فلسطین پر ان کبھی کا قبضہ یا اقتدار رہے جو حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں آتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے پہلے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی نسل مختصراً پیش کی جا رہی ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کے بیٹے کا نام قیدار تھا جن کی کئی پشتوں کے بعد عدنان ہوئے۔ عدنان کی کئی پشتوں کے بعد قریش ہوئے اور ان کی کئی پشتوں کے بعد عبدمناف ہوئے۔ عبدمناف کے بعد ہاشم، ان کے بعد حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبدالمطلب کے بعد حضرت عبداللہ ہوئے جن کے بیٹے حضرت محمد ﷺ تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاق کی نسل کا سلسلہ اس طرح ہے۔

حضرت اسحاقؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ (اسرائیل)۔ حضرت یعقوبؑ کے بعد یہودا تھا اور یہودا کی کئی پشتوں کے بعد حضرت موسیٰ ہوئے۔

اس طرح یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے کی نسل کے سلسلے میں حضرت محمد ﷺ آتے ہیں اور چھوٹے بیٹے حضرت اسحاق کے سلسلۂ نسل میں حضرت موسیٰ آتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ حضرت موسیٰ کے بھائیوں میں سے تھے اس لیے حضرت موسیٰ پر نازل ہونے والی وحی کے جملے محمد ﷺ صاحب پر بھی ثابت ہوتے ہیں، حالانکہ حضور اکرم ﷺ یہودیوں میں سے نہیں تھے لیکن حضرت اسماعیلؑ کے خاندان میں سے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ کے چھوٹے بھائی حضرت اسحاق کے خاندان میں سے حضرت موسیٰ تھے اس طرح محمد ﷺ صاحب کا حضرت موسیٰ کے بھائیوں میں سے ہونا منطقی طور پر درست ثابت ہوتا ہے۔

(3) حضرت موسیٰ پر نازل ہونے والی وحی کے مطابق جس کے مستقبل میں نبی ہونے کی اطلاع حضرت موسیٰ کی پانچویں کتاب استثناء میں دی گئی ہے، وہ محمد ﷺ صاحب ہی تھے۔ اس بات کی تصدیق مستقبل میں ہونے والے نبی پر خدا کی طرح سے نزولِ وحی سے متعلق اصولوں سے ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر نزولِ وحی پاک روح کی وجہ سے ہوا۔ مستقبل کے نبی کے بارے میں حضرت موسیٰ کی مذہبی کتاب یہ کہتی ہے کہ وہ خدا کے احکامات کا مبلغ ہوگا ریورنڈ باسورتھ اسمتھ کی کتاب ''محمد اینڈ محمڈ نیزم'' میں اس بات کا صاف تذکرہ ہے کہ محمد ﷺ صاحب پر وحی کا نزول ہوتا تھا جس کو انہوں نے ''قرآن'' نام کی کتاب میں یکجا کر کے لوگوں میں پھیلایا۔ حضور اکرم ﷺ نے دراصل خدائی احکامات کو ہی پھیلایا۔ اگر حضرت محمد ﷺ سچے نبی نہ ہوتے اور باطل کی تبلیغ خدا کو گواہ بنا کر رہے ہوتے تو

حضور اکرم ﷺ زندہ نہ رہتے، جیسا کہ حضرت موسیٰ کی پانچویں کتاب میں کہا گیا ہے کہ جس کے بارے میں پیشین گوئی کی جا رہی ہے، اگر اس کے مقام پر کوئی دوسرا شخص اپنے آپ کو خدا کا نمائندہ بتا کر لوگوں کو وہم میں ڈالنے کی کوشش کرے گا اور جھوٹی باتوں کی تبلیغ کرے گا اور اس کی پھیلائی ہوئی یا تبلیغ کی ہوئی باتیں جھوٹ ثابت ہوں گی تو وہ ضرور لوگوں کے ذریعہ مار ڈالا جائے گا اور مستقبل کے نبیوں کا سردار نہ مانا جائے گا۔ پیغمبر اعظمؐ کو پہچاننے کے لیے سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ اگر کوئی اپنے کو نبی بتائے اور اس کی بات پوری طرح سچ ثابت ہو تو اسے نبی ماننا چاہیئے ورنہ اسے نبی نہ ماننا چاہیئے اور نہ ایسے جھوٹے اور ریاکار شخص سے خوف زدہ ہی ہونا چاہیئے۔

حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ نہ تو حضرت محمد ﷺ نے کم عمری میں ہی موت کو گلے لگایا اور نہ وہ لوگوں کے ذریعہ بے وقت لقمہ اجل بنائے گئے خدائی احکام کی اشاعت و تبلیغ کے بدلے میں حضور اکرم ﷺ کے اوپر بے ہودہ لوگوں کے ذریعے مختلف مصیبتوں کا حملہ کیا گیا، لیکن پھر بھی حضور اکرم ﷺ دینِ حق کی تبلیغ سے منحرف نہیں ہوئے کچھ حالات میں حضرت محمد ﷺ پر جان کا خطرہ بھی آ گیا لیکن خدا نے ان کی حفاظت کی۔ حضرت محمد ﷺ کے لیے خدا کی طرف سے یہ حوصلہ افزائی بھی ہوئی کہ وہ کسی بات کی فکر نہ کریں کیونکہ خدا ان کا محافظ ہے۔ اس لیے انہیں تبلیغ دین کے مخالفین کے ذریعے دیئے جا سکنے والی موت کا خوف نہیں ہے۔

یہی وجہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ نے کمالِ بے خوفی سے اللہ کے پیغام کو، جو وحی کی شکل میں ان کے اوپر نازل ہوتا تھا تبلیغ کرنا شروع کر دیا۔

اب حضور اکرم ﷺ کی باتوں کی صداقت کا ثبوت پیش کیا جا رہا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے جب دین کی تبلیغ میں آگے بڑھنے کا کام شروع کیا تو مکے کے لوگ مخالف ہو گئے اور آپس میں انہوں نے یہ معاہدہ تحریر کیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی قوم سے خارج کر دیں گے۔ معاہدہ میں سبھی قسم کے لوگوں کے دستخط ہوئے۔ معاہدہ مکہ میں خانۂ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ حضرت محمد ﷺ حضرت ابوطالب کی وادی میں رہتے تھے جو دو پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھی۔ جس جگہ حضور اکرم ﷺ شعب (بائی کاٹ) کی حالت میں رہتے تھے وہ جگہ خانہ

کعبہ سے تین میل کی دوری پر تھی۔ تین سال جب حضورؐ کو وہاں رہتے ہوئے گزر گئے تب انہوں نے اپنے چچا حضرت ابوطالب سے مکہ والوں کو کہلا بھیجا کہ معاہدہ نامہ کو تو اب دیمک چاٹ گئی ہے اس لیے معاہدہ نامہ بے معنی ہو گیا ہے۔ حضرت ابوطالب نے مکہ والوں سے کہا کہ اب بائی کاٹ ختم کر دینا چاہیے کیونکہ معاہدہ نامہ ختم ہو چکا ہے اور اس کو برقرار رکھنا بری بات ہے۔ لوگوں نے منظور کر لیا کہ اگر معاہدہ نامہ برباد ہو چکا ہو گا تو حضور اکرم ﷺ کا بائیکاٹ نہیں کیا جائے گا ورنہ انہیں اسی حال میں رہنا پڑے گا۔ جب معاہدہ نامہ دیکھا گیا تو خدا کے نام کو چھوڑ کر بقیہ تمام حصہ غائب ہو چکا تھا لہٰذا بائیکاٹ ختم کر دیا گیا۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی بات کی صداقت کا ہی ثبوت تھا کہ تین سال تک بائیکاٹ کی قید میں کاٹ کر انہوں نے معاہدہ نامہ کے دیمک سے چاٹ جانے کی بات بتا دی۔

دوسرا سانحہ یہ ہے کہ محمد ﷺ صاحب نے ایک پیشین گوئی یہ بھی کی تھی کہ عرب کے معاذ صوبے میں ایک ایسی آگ روشن ہو گی جس کی روشنی میں بصرہ شہر کی پہاڑیاں دکھائی دیں گی۔ حضور ﷺ کی وفات کے 43 تینتالیس سال بعد 54 ہجری میں مدینہ سے کچھ دوری پر یہ آگ روشن ہوئی اور کافی عرصے تک باقی رہی۔

تیسرے سانحہ کا بھی جائزہ لیں۔ حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو دیکھ کر ایک دن کہا کہ یہ لوگوں کے ذریعہ وار کیے جانے پر وفات پا جائیں گے۔ اس بات کا بیان بخاری کی حدیث میں ہے۔ حضور ﷺ کی وفات کے چوبیس (24) سال بعد یہ واقعہ سچ ثابت ہوا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو یہ بتایا تھا کہ تم ایک شخص کے ذریعہ سر پر زخم کھا کر مارے جاؤ گے اور خون تمہاری ڈاڑھی کو تر کر دے گا۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے تیس (30) سال بعد ابن ملجم نے حضرت علیؓ کے سر کے اوپر وار کیا جس سے خون بہہ کر ان کی ڈاڑھی کو بھگونے میں کامیاب ہوا۔ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اسی وقت ان کے بڑے نواسے حضرت امام حسن بھی اسی منبر پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرا یہ بچہ ایک دن بہت بڑا (ہیرو) رہنما بنے گا اور مسلمانوں کی دو بڑے مخالفین گروہ میں صلح کرا دے گا۔ حضور ﷺ کی وفات کے تیس سال بعد 40 ہجری میں جب حضرت امام حسن خود خلیفہ تھے اور امیر معاویہ سے لڑ رہے تھے، آپ نے اس سے میل

(صلح) کر لی تھی جس سے مسلمانوں میں بے حد امن پیدا ہو گیا اور سب خوش ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ کی صداقت سے متعلق ایک اور سانحہ پر نظر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جب حضور ﷺ اکرم مدینہ جا رہے تھے تو قریش نے ان کو پکڑنے کے لیے انعام مقرر کیا۔ جس سے انعام کی لالچ میں آ کر سراقہ نامی ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر انہیں تلاش کرتے ہوئے پیچھا کرنے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے سراقہ کو دیکھ کر زمین سے کہا کہ ''اے زمین اسے پکڑ لے۔'' اتنے میں ''سراقہ'' کے گھوڑے کے پیر زمین میں گھٹنے تک دھنس گئے۔ گھبرا کر ''سراقہ'' نے حضور ﷺ سے التجا کی، تب گھوڑا حضور ﷺ کی خواہش کے مطابق زمین میں دھنسنے کی حالت سے باہر آ گیا۔ اسی طرح تین بار ہونے کے بعد ''سراقہ'' نے وعدہ کیا کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی بات کسی سے بھی نہیں کہے گا اور نہ حضرت محمد ﷺ کو دھوکا دے گا۔ حضرت محمد ﷺ کے معجزات کو دیکھ کر ''سراقہ'' بہت ہی متاثر ہوا اور حضور اکرم ﷺ سے التجا کی آپ ﷺ مجھ سے ایک وعدہ کریں جس سے میں آپ ﷺ کی حکومت ہونے پر بھی طرح کے نقصانات سے اپنے خاندان سمیت بچا رہوں یا محفوظ رہوں۔ حضور ﷺ نے منظوری دیتے ہوئے اس سے یہ کہا کہ اے سراقہ! تمہاری اس دن کیا حالت ہو گی جس دن ایران کے شہنشاہ کسریٰ کے سونے کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے۔ حضرت محمد ﷺ کی وفات کے پانچ ہی سال کے اندر 16 ہجری میں دوسرے خلیفہ کے زمانے میں سپہ سالار سعد کے ذریعہ ایران کا بادشاہ مارا گیا اور وہاں کا بہت سا لوٹا ہوا سامان مدینے لایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے سب سامان اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا اور کنگن کو دیکھ کر سراقہ کے ہاتھوں میں پہنا دیا۔ تب حضور اکرم ﷺ کی بات یاد کر کے سراقہ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کی وہ پیشین گوئی جو انہوں نے میرے بارے میں کی تھی آج پوری ہو گئی جسے سن کر حضرت عمرؓ کو بھی حضور ﷺ کی بات یاد آ گئی۔

اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جو کچھ بتاتے تھے وہ عام زندگی میں بھی سچ ثابت ہوتا تھا۔ اس لیے جس کے بارے میں حضرت موسیٰ نے پیشین گوئی کی ہے وہ حضرت محمد ﷺ ہی تھے، کوئی دوسرا نہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کے مانند حضرت محمد ﷺ تھے۔ حضرت موسیٰ کی برابری میں بھی تھے اور جو باتیں بتاتے تھے سب سچ ہو جاتی تھیں۔

باب پنجم

وہ نبی ﷺ

آخری نبی کے بارے میں کئی طرح سے پیشین گوئی کی گئی ہے کہیں آخری نبی کو کسی نام سے بیان کیا گیا ہے تو کہیں کسی نام سے............ان ناموں کے مختلف حالات کو دیکھ کر کسی شخص کے اندر اس شک کا آنا ناممکن نہیں کہ اگر ایک ہی نبی کی ذات کو سامنے رکھ کر پیشین گوئیاں ہوئی ہیں تو ایک ہی نام سب ہی پیشین گوئیوں میں آنا چاہیئے تھا لیکن ایسا نہیں ہے اس لیے طرح طرح کے ناموں سے بیان ہونے والے طرح طرح کے اشخاص کے آنے کی خبر ان پیشین گوئیوں میں ہے۔مندرجہ بالا شک کا جواب حاضر ہے خاص شخص کی خوبیوں کا اظہار کئی طریقوں سے کیا جا سکتا ہے، جو اس کے نام کی جگہ حاصل کر لیتی ہے۔مثال کے طور پر ''وشنو'' کو ہی لیجیے............وہ پیلی پوشاک پہنتے ہیں اس لیے انہیں ''پیتامبر'' کہا جاتا ہے۔وہ لکشمی کے شوہر ہیں اس لیے انہیں ''لکشمی پتی'' بھی کہا جاتا ہے۔ وہ ''چکر'' (گرز) لیے رہتے ہیں اسی لیے انہیں ''چکری'' کہا جاتا ہے۔شنکر جی ترشول لیے رہتے ہیں اس لیے انہیں ''ترشولی'' کہا جاتا ہے۔وہ بیل کی سواری کرتے ہیں اس لیے انہیں ''بیل کا سوار'' کہا جاتا ہے۔سرسوتی کو ہی لیجیے............وہ بینا بجاتی ہیں اس لیے انہیں ''بینا بجانے والی'' کہا جاتا ہے۔وہ معلومات اور علم سے بھرپور ہیں اس لیے انہیں سرسوتی کہا جاتا ہے۔اسی طرح آخری نبی کے بارے میں بھی جس مقام پر جو بیان ہوا ہے وہ اس ملک کی زبان میں ہوا ہے، جس ملک کی زبان میں کتاب لکھی گئی ہے۔

اس لیے اس ملک کی زبان کے مطابق مطلب اس نام پر پورا اترے گا جو نام نبی کا دیا ہوا ہے۔

کچھ مقامات پر تو صرف نبی کو وہ کہا گیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ جس نبی کو وہ کہا گیا ہے وہ کون سا نبی ہے، اور اس کے بارے میں کیا کیا پیشین گوئی ہوتی ہے؟ پہلے ہم پیشین گوئیوں کو سابقہ نبیوں کی زبان سے پیش کرر ہے ہیں:

اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے احکام کو مانو گے اور میں باپ سے التجا کروں گا اور وہ تمہیں ایک اور مددگار دے گا کہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے لیکن مددگار یعنی پاک روح جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد کرائے گا۔ میں اب سے تمہارے ساتھ اور بہت باتیں نہ کروں گا کیونکہ اس دنیا کا سردار آتا ہے لیکن جب وہ مددگار آئے گا جسے میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچ کی روح، جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔ اس لیے بھی میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے اچھا ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ لیکن جب وہ یعنی سچ کی روح آئے گا تو تمہیں سارے سچ کے راستے بنائے گا کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہ ہی کہے گا اور آنے والی باتیں تمہیں بتائے گا ''میں تو پانی سے تمہیں بپتسما'' دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آنے والا ہے وہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔ میں اس کی جوتی اٹھانے کے لائق نہیں، وہ تمہیں پاک روح اور آگ سے بپتسما دے گا۔ اس کا پنکھا اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنا کھلیان اچھے طریقے سے صاف کرے گا اور اپنے گیہوں کو گودام میں اکٹھا کرے گا لیکن بھوسے کو اس آگ میں جلائے گا جو بجھنے والی نہیں''۔ مستقبل کی پیشن گوئی کرنے والا یہ پیغمبر کس قوم میں پیدا ہوگا اس مضمون پر بھی حضرت عیسٰی مسیح کے اقوال یہ ہیں:

''اس لیے جب باغ کا مالک آئے گا تو ان کسانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انہوں نے اس سے کہا، وہ ان لوگوں کو بری طرح سے برباد (تباہ) کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے کسانوں کو دے گا جو وقت پر اسے پھل دیا کریں گے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی حکومت (سلطنت) تم سے لے لی جائے گی اور ایسی قوم کو جو اس کا پھل لائے، دے دی جائے گی۔

مندرجہ بالا پیشین گوئیوں سے پہلے تین پیشین گوئی کرنے والے نبیوں کا انتظار تھا منتظر نبیوں میں پہلا تھا ایلیاہ اور دوسرا تھا یسوع مسیح تیسرے نبی کو وہ ''نبی'' کے نام سے ہی ظاہر کیا گیا ہے۔سب سے پہلے یہ واضح کر لینا ضروری ہے کہ پہلے دو نبی ہوئے یا نہیں، کیونکہ دونوں کے بعد ''وہ نبی'' کی آمد طے ہے۔

(1) ایلیاہ: عیسیٰ مسیح سے پہلے ایلیاہ کے آنے کی پیشن گوئی کی گئی تھی۔ایلیاہ ہی یوحنا کی شکل میں ظاہر ہوا تھا، جیسا کہ عیسیٰ مسیح نے خود کہا ہے ''کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایلیاہ آچکا اور انہوں نے اسے نہیں پہچانا، لیکن جیسا چاہا ویسا ہی اس کے ساتھ کیا'' ایلیاہ کے عرصہ حیات میں بھی عیسیٰ مسیح نے لوگوں کو ہوشیار کیا تھا کہ یوحنا ہی ایلیاہ ہے۔عیسیٰ مسیح کے لفظوں کے مطابق ایلیاہ سے متعلق پیشین گوئی یہ ہے۔

یوحنا تک سارے انبیاء اور ان کی شریعتیں پیشین گوئی کرتے رہے اور چاہو تو مانو۔ایلیاہ جو آنے والا تھا، وہ یہی ہے جس کے سننے کے کان ہوں، وہ سن لے۔

یوحنا نے بادشاہ ہیرودوس (Herodotus) کو اس بات کے لیے کہا تھا کہ وہ ہیرودوس (Herodotus) اپنے بھائی فلپس کی بیوی کو اپنی بیوی کے طور پر استعمال نہ کرے۔ ہیرودیاس جو پہلے فلپس کی بیوی تھی۔اس کی رائے سے اس کے اس وقت کے شوہر ہیرودوس نے یوحنا کو جیل میں ڈال دیا تھا۔ یوحنا نے بادشاہ کو ہیرودیاس سے شادی کرنے سے منع کیا تھا۔اس لیے ہیرودیاس یوحنا کو مروا ڈالنے کی فکر میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ترکیب ڈھونڈتی رہتی تھی۔ یوحنا کی دین داری اور پاکیزگی سے متاثر ہونے کی وجہ سے بادشاہ ہیرودوس (Herodotus) اس سے خوفزدہ تھا اور اسے محفوظ رکھے ہوئے تھا اور یوحنا کی باتیں سن سن کر خوش ہوتا تھا۔اپنے یوم پیدائش کے جشن کو منانے کی خواہش سے بادشاہ ہیرودوس نے اپنے وزیروں کو اور مقتدر لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا۔اسی دن ہیرودیاس کی دختر نے اپنے رقص سے بادشاہ ہیرودوس (Herodotus) کو موہ لیا۔جس سے مجبور ہو کر بادشاہ ہیرودوس نے لڑکی سے کہا کہ میرے آدھے راج تک جو کچھ تو مانگے گی اسے بخش دینے کے لیے میں بخوشی تیار ہوں۔لڑکی نے اپنی ماں سے پوچھ کر یوحنا کے سر کو بادشاہ سے تھال میں رکھ کر لانے کو کہا۔راجہ اپنے وعدے سے مجبور تھا۔اس لیے نہ چاہتے ہوئے

بھی اسے ایسا کرنا پڑا۔ یہ سچ ہی ہے کہ کچھ عورتیں اپنی محبت کے راستے کی دیوار کو بھی گرا دیتی ہیں اور اتنی بے رحم ہوتی ہیں کہ عظیم لوگوں کی زندگی کو بھی تنکے کی مانند بے حقیقت سمجھتی ہیں۔
اس طرح یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ یوحنا ہی ایلیاہ تھا، جس کے دور کے بعد عیسیٰ مسیح ہوئے۔
ویسے تو دونوں ایک ہی وقت میں موجود تھے، لیکن زندگی کے سفر میں عیسی مسیح ہی ثابت ہوتے ہیں۔

(2) یسوع مسیح: انہوں نے ہی اس بات کی گواہی دی تھی کہ یوحنا ہی ایلیاہ ہے۔ یہ مریم کے بیٹے تھے ان کی ماں نے انہیں کنوارے پن کی حالت میں ہی جنم دیا تھا۔ ان کے کوئی والد نہیں تھے۔ خدا نے انہیں وہ طاقت عطا کی تھی جس کے اثر کی وجہ سے یہ مریضوں کو چھو کر انہیں صحت مند کر دیتے تھے۔ ان کی تعلیم اتنی متاثر کن ہوتی تھی کہ سننے والے ڈر سے گھبرا جاتے تھے۔ ان کی عظمت کو ہن (ملک) کے رہنے والوں نے نہیں سمجھا۔ بھارت کے راجہ شکراج جو بکر ماجیت کے پوتے تھے، ہون ملک کے وسط حصے میں پہنچے تو پہاڑ پر بیٹھے ہوئے سفید کپڑوں میں ملبوس ایک شخص کو دیکھا۔ ان سے شکراج نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ کا مذہب کیا ہے؟ تب انہوں نے بتایا کہ میں عیسیٰ مسیح ہوں اور میرا مذہب اپنے باطن کو پاک کر کے خدا کا دھیان کرنا ہے۔ اس مقام پر اپنے آنے کی وجہ بھی عیسیٰ مسیح یہ بتاتے ہیں کہ سچ کے تباہ ہو جانے پر اور ملک (ملیچھ دیش) سے ان کی عظمت کے محروم ہو جانے پر میں مسیح یہاں آیا ہوں۔ اپنے نام کے بارے میں عیسیٰ مسیح یہ بتلاتے ہیں کہ روزانہ بھلائی کرنے والے خدا کی یاد میں ہمیشہ کرتا ہوں اس لیے میرا نام عیسیٰ مسیح ہے۔
اتنے بڑے عظیم شخص اور مذہب کی تبلیغ کرنے والے کے مارنے کے لیے اس ملک کے رہنے والوں نے اتنی خطرناک کوشش کی کہ دکھ ہے اس بات کا کہ وہ شیطان سے بھی بڑھ کر بدی کرنے والے تھے۔

(3) وہ نبی: ایلیاہ اور عیسیٰ مسیح کے ہو جانے کے بعد وہ نبی، وہ رشی کے پیدا ہونے کا وقت آتا ہے، جس کے بارے میں عیسیٰ مسیح نے پیشین گوئی کی تھی۔ وہ نبی جسے یونانی زبان میں لکھی گئی بائبل میں ''پیراکلیٹ'' (فارقلیط) کہا گیا ہے، کے بارے میں تفصیل پیش کی جائے گی کہ وہ کون ہے؟

وہ نبی پیراکلیٹ (فارقلیط) نام سے بیان کیا گیا''پیراکلیٹ'' (فارقلیط) لفظ کے مطلب پرغور کرلیناضروری ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟

پیراکلیٹ کا مطلب

پیراکلیٹ لفظ کا مطلب بائبل کے آج کل کے انگریزی ترجمے میں ''کمفرٹر'' (Comforter) آرام پہنچانے والا اور ہندی ترجمے میں ''معاون'' دیا گیا ہے۔ (دنیا کے استاد) ''سنسارگرو'' نامی کتاب میں باباعلیم داس نے ''پیراکلیٹ'' کو یونانی زبان میں ''فارقلیط'' نام سے بیان کیا ہے۔ جس کا مطلب انہوں نے ''قابل تعریف'' بتایا ہے۔ سرولیم میور نے حضرت محمد ﷺ کی سوانح حیات لکھتے وقت اپنی کتاب کے مختصر ایڈیشن میں بیان کیا ہے کہ عرب کے لوگوں کے درمیان کسی لڑکے کا نام ''محمد'' پڑ جائے یہ ایک نئی اور انوکھی بات ہے۔ اگر چہ یہ نام عرب کے لوگوں کے لیے اجنبی نہیں تھا لیکن نیا ضرور تھا۔ ''محمد'' لفظ عربی زبان میں تعریف کے مطلب والے فعل ''حمد'' سے بنا ہے جس کا مطلب ''قابل تعریف'' ہوتا ہے۔ فعل حمد سے دوسرا لفظ ''احمد'' بنتا ہے۔ بائبل کے نیوٹیسٹامنٹ کے عربی میں کچھ ایڈیشنوں میں ''پیراکلیٹ'' کا مطلب ''احمد'' دیا ہوا ہے، جو مسلمانوں کے مذہبی نقطۂ نظر سے مانا ہوا اور ان کا حمایتی رہا ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے جیوز (یہودی) اور کرسچن (عیسائی) کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے نبی کا تذکرہ آپ لوگوں کی مذہبی کتابوں میں بھی ہے۔ جس پیراکلیٹ کے بارے میں بائبل میں بیان آتا ہے، اس کی تصدیق حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس ہوتی ہے۔ سرولیم میور نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰؑ مسیح نے اس بات کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی ہے کہ میں سابقہ شرع (قانون) کی مضبوطی اور حمایت کے لیے بھیجا گیا نبی ہوں لیکن میرے بعد بھی ایک ہوگا، جس کا نام احمد ہوگا۔ یہاں احمد نام ''پیراکلیٹ'' کے لیے استعمال ہوا ہے کیونکہ بائبل میں عیسیٰؑ مسیح نے اپنے بعد آنے والے نبی کو ''پیراکلیٹ'' لفظ سے ظاہر کرتے ہوئے اس کی باتوں کو ماننے کے لیے بھی لوگوں کی ہمت افزائی کی ہے۔ اس طرح یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ''پیراکلیٹ'' کا مطلب تعریف کرنے والا ہوتا ہے، جس کا عربی

ترجمہ ''احمد'' ہوتا ہے۔

بائبل کے ''نیوٹسٹامنٹ'' (New Testament) میں جس کے آنے کی پیشین گوئی کی گئی ہے اس میں کیا کیا خاص باتیں ہوں گی، جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ اس بات کی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

(الف) وہ موعودہ نبیؐ عیسیٰؑ مسیح کے ذریعے کہی گئی باتوں کی یاددہانی کرانے کے لیے نہیں بلکہ سابقہ قانون (شرع) کی تصدیق کے لیے آئے تھے۔ عیسیٰؑ مسیح جس قانون کی تصدیق کے لیے آئے تھے، وہ قانون (شرع) تھا حضرت موسیٰؑ کا قانون (شریعت)۔

(ب) عیسیٰؑ مسیح کے بعد آنا: وہ نبیؐ جس کے آنے کی پیشین گوئی کی گئی ہے، وہ عیسیٰؑ مسیح کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آئے گا۔

(ج) دنیا کے رہنما کی شکل میں آمد: وہ نبیؐ جب آئے گا تو کائنات کے رہنما کے طور پر آئے گا۔

(د) راہ حق دکھانے والا: وہ نبیؐ کائنات کو راہ حق دکھائے گا۔

(ہ) پاک روح اور آگ سے بپتسما دینے والا: وہ نبی پاک روح اور آگ سے بپتسما دے گا۔ اس بات کی طرف اشارہ بائبل کے سینٹ ماتھیو (3،11) سے ملتا ہے اس پیشین گوئی سے کچھ لوگ عیسیٰؑ مسیح کی ذات مراد لیتے ہیں، لیکن عیسیٰؑ مسیح نے پاک روح سے بپتسما تو دیا لیکن آگ سے بپتسما نہیں دیا۔ آگ سے بپتسما دینے کا مطلب ہے کہ برے لوگوں کو راہ دکھانے کے لیے ان کے ساتھ جنگ کر کے انہیں شکست دینا اور انہیں راہ راست پر لانا یعنی خدا کے راستے پر لانا۔ عیسیٰؑ مسیح نے تو کوئی جنگ نہیں کی لہٰذا مندرجہ بالا پیشین گوئی ''وہ نبیؐ'' کے لیے کہی گئی ہے۔

(و) ہاتھ میں چھاج (سوپ) رکھنے والا اور کھلیان صاف کرنے والا: بائبل میں ذکر ہے کہ مستقبل کا نبی ہاتھ میں چھاج رکھے گا اور کھلیان (خرمن) صاف کرے گا اتنا ہی نہیں، وہ گیہوں کو تو گودام میں رکھے گا یا اکٹھا کرے گا اور بھوسے

کو گیہوں سے الگ کر کے آگ میں جلادے گا۔ بائبل کے مندرجہ بالا قول سے کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مستقبل کا نبی سدا اپنے ہاتھ میں چھاج (سوپ) لے کر گھوما کرے گا اور کھلیان صاف کیا کرے گا اور گیہوں کو گودام میں اکٹھا کرے گا اور بھوسے کو آگ میں جلایا کرے گا۔ ایسا سمجھنے والوں کی عقل پر پتھر پڑا ہوا ہے۔ جس سے وہ لوگ نبی کے کام، چھاج لینا اور کھلیان صاف کرنا سمجھتے ہیں۔ بائبل میں جو بتایا گیا ہے، وہ صفت حُسن تلمیح کے طور پر کہا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مستقبل کے نبی کی عقل صداقت کی فہم وفراست کرنے والی ہوگی۔ اس طرح مستقبل کا نبی حقیقی باتوں کو حاصل کرے گا اور غیر حقیقی باتوں کو آگ میں جلادے گا۔ کھلیان صاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبی جس شخص کو حق کی باتیں بتائے گا پہلے اس کے باطن کو صاف کرے گا۔ کھلیان لفظ ''باطن'' کے لیے استعمال ہوا ہے۔ جس میں کچھ رکھنے سے پہلے اس کی صفائی ضروری ہے۔

(ز) دوسری قوم میں آنے والا: مستقبل کا نبی دوسری قوم میں آئے گا۔ اس بات کا بیان بائبل میں واضح طور پر موجود ہے۔ عیسیٰ مسیح نے (ماتھیو 43، 21) واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایسی قوم کو جو اس کا پھل لائے، دے دی جائے گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ مستقبل کا نبی اس قوم میں پیدا ہوگا، جس سے وہ مختلف لوگ ہیں جنہیں مخاطب کر کے عیسیٰ مسیح نے کہا تھا۔ اسی لیے عیسائیوں اور یہودیوں کو یہ امید ترک کر دینی چاہیئے کہ مستقبل کا نبی ان کی قوم میں پیدا ہوگا۔ اب ہم ہر ایک صفت کی بنیاد پر اس شخص کو ثابت کر رہے ہیں جو ''وہ نبی'' ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

آخری نبی کا ثابت ہونا

''پیراکلیٹ'' کا مطلب ''تعریف کرنے والا'' ہوتا ہے۔ جسے عربی زبان میں ''احمد'' کہتے ہیں۔ پہلے اس بات کو ہم بتا چکے ہیں کہ عربی میں بائبل کے ترجمے میں ''پیراکلیٹ'' کا مطلب ''احمد'' بتایا گیا ہے۔ مندرجہ بالا مطلب مسلمانوں کی حمایت میں تھا

اور عیسائی لوگ فطری طور پر مسلمانوں سے حسد رکھتے ہیں، اس لیے انہوں نے مندرجہ بالا ترجمے کو غلط ثابت کیا۔

آج جو ترجمے بائبل کے ملتے ہیں، ان میں ''پیراکلیٹ'' کا ترجمہ ''کمفرٹر'' اور ''معاون یا مددگار'' (ہندی میں) دیا ہوا ہے۔ اگر ہم ''پیراکلیٹ'' کا مطلب معاون یا کمفرٹر ہی مان لیں تو بھی مندرجہ بالا دونوں باتیں حضرت محمد ﷺ کی حمایت میں پوری طرح سے ثابت ہوتی ہیں۔

سب سے پہلے ہم اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ حضرت محمد ''معاون'' تھے چادر اوڑھے ہوئے ایک دن حضور اکرم ﷺ نماز پڑھنے جا رہے تھے۔ تب ہی ایک عربی دیہاتی نے آ کر آپ کی چادر اتنی تیزی سے کھینچی کہ چادر کی رگڑ سے آپ ﷺ کی گردن دکھنے لگی۔ حضرت محمد ﷺ نے سوال کیا کہ تم کیوں ایسا کر رہے ہو؟ عربی دیہاتی نے جواب دیا کہ مجھے ایک ضرورت آ پڑی ہے اسے آپ ﷺ پورا کریں۔ حضرت محمد ﷺ نے نماز پڑھنا روک کر اس دیہاتی کا کام کر دیا۔ موجودہ مثال سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت محمد لوگوں کی مدد کرنے میں اتنا مشغول رہتے تھے کہ نماز پڑھنا بند کر کے بھی دوسروں کی مدد کرنا مناسب سمجھا۔ لیکن آج کے مسلمان نماز کے آگے کسی مرتے ہوئے پیاسے کو شاید پانی بھی نہ پلائیں۔

''کمفرٹر'' کا مطلب ہوتا ہے ''آرام دینے والا۔'' حضرت محمد ﷺ سبھی کو آرام دینے والے تھے۔ صرف انسانوں کو ہی نہیں انہوں نے جانوروں کو بھی آرام دیا۔ حضرت محمد ﷺ نے جانوروں کے کان اور دم کے کاٹنے کی رسم کو بند کرایا اور جانوروں کے داغنے کو بھی ممنوع قرار دیا۔ سواری پر کاٹھی اور زین لگا کر ان جانوروں کو دیر تک کھڑا رکھنے سے منع کرنے کے علاوہ حضرت محمد ﷺ نے جانوروں کے آپس میں لڑائے جانے کو بھی برا بتایا۔ زندہ لڑکیوں کو مار کر انہیں زمین میں دفن کر دینے کو بھی برا بتایا۔ اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ''آرام دینے والے'' بھی تھے۔

(الف) عیسیٰ مسیح کی کہی گئی باتوں کا یاد کرانے والا:

آخری نبی کو حضرت عیسیٰ کی کہی گئی باتوں کا یاد کرانے والا کہا گیا ہے۔ حضرت

محمد ﷺ نے اپنے سے پہلے آنے والے سبھی انبیاء کی تصدیق کی ہے اور ہر ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری بتایا ہے کہ وہ قرآن اور اس سے پہلے اتاری گئی سبھی آسمانی کتابوں پر اعتقاد رکھیں۔ اس طرح وید، بائبل اور قرآن تینوں ہی کتابیں ہر ایک مسلمان کے لیے قابل تعظیم ثابت ہوتی ہیں۔ اس طرح عیسیٰ مسیح کی حمایت (تصدیق) بھی حضور ﷺ کرتے ہیں۔ کیونکہ عیسیٰ مسیح حضرت محمد ﷺ سے پہلے نبی گزرے ہیں۔ عیسیٰ مسیح حضرت موسیٰ کی شریعت کی تصدیق کے لیے آئے تھے اور حضرت موسیٰ کی شریعت کی تصدیق نہایت زور دے کر حضرت محمد ﷺ نے کی ہے۔

(ب) عیسیٰ مسیح کے بعد آنا:

حضرت محمد ﷺ عیسیٰ مسیح کے بعد مبعوث ہوئے تھے۔

(ج) دنیا کے رہبر کے طور پر آمد:

بائبل میں آخری نبی کے لیے کہا گیا ہے کہ وہ دنیا کا رہبر ہوگا۔ حضرت محمد ﷺ نے جس دین کی اشاعت کی اسے پرانا مذہب اور عالمی مذہب کہا کچھ لوگ یہ غلط سمجھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ مذہب اسلام کے بانی تھے اور مذہب اسلام تبھی سے اس دنیا میں پھیلا، جب سے حضرت محمد ﷺ نے اس کی اشاعت کی۔ اسلام کا مطلب خدائی احکام کی کامل پیروی ہوتا ہے۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے کہا ہے کہ یہ پرانا مذہب ہے۔ پرانے کا مطلب یہ ہے ''ہمیشہ سے چلا آنے والا۔ اپنی زندگی میں ہی حضور ﷺ نے کثیر تعداد میں لوگوں کی راہنمائی کا شرف حاصل کرلیا تھا۔ عرب میں رہنے والے لوگوں کو اور جنوں کو اپنے قبضہ وتصرف میں کرلیا۔

(د) صداقت کا راستہ دکھانے والے:

حضرت محمد ﷺ نے سچ کا راستہ دکھایا اور خدا کے مخالف لوگوں کو سچ کی تعلیم دی۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ کو ویدوں میں ''ایک اللہ دوسرا کچھ نہیں'' کہا گیا ہے۔

(ہ) پاک روح اور آگ سے بپتسماد دینے والا:

''پاک روح کا لفظ جبرائیل کے لیے آیا ہے۔ جبرائیل کو ہی سرسوتی کہا جاتا

ہے جو خدائی علم کو نبیوں تک پہنچاتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کو آسمانی کتاب کا مطالعہ سرسوتی (جبرائیل) نے ہی آ کر پہاڑ کی غار (غار حرا) میں کرایا اور حضرت محمد ﷺ نے اس کتاب کا علم لوگوں تک پہنچایا۔ برے لوگوں کو صحیح راستہ دکھانے کے لیے حضور ﷺ نے پہلے تو خاموشی کا سہارا لیا پھر جب وہ لوگ خاموشی سے نہ مانے اور فساد کرتے رہے تو حضرت محمد ﷺ نے ان کو کچلنے کے لیے آگ یعنی جنگ کا سہارا لیا۔

(و) ہاتھ میں سوپ (چھاج) رکھنے والا اور کھلیان صاف کرنے والا:

ہاتھ میں چھاج رکھنے والا اور کھلیان صاف کرنے کا مطلب تو پہلے ہی واضح کیا جا چکا ہے کہ لوگوں کے باطن کو صاف کر کے ان میں اچھی باتوں کو داخل کرنے والا اور اپنے اندر سچ اور جھوٹ کا فرق بیان کرنے والا وہ نبی ہوگا۔ سرسوتی (حضرت جبرائیلؑ) کے ذریعے سے حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی مقدس کتاب ''قرآن'' کو ''فرقان'' بھی کہا جاتا ہے۔ ''فرقان'' کا مطلب ہوتا ہے...... سچ اور جھوٹ کا فرق کرنے والا۔

(ز) دوسری قوم میں آنے والا:

آخری نبی کے روپ میں حضرت محمد ﷺ ہی پوری طرح سے ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ اور ان کے ذریعے تبلیغ کیے گئے عیسائیوں اور یہودیوں کی قوم میں نہیں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت مسیح کا تعلق حضرت اسحٰق کے خاندان کے سلسلے سے ہے اور حضرت محمد ﷺ کا تعلق حضرت اسماعیلؑ کے خاندانی سلسلے سے ہے۔

اس طرح یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جس نبی کے ہونے کی پیشین گوئی بائبل کے نیو ٹیسٹامنٹ (New Testament) میں کی گئی ہے وہ حضرت محمد ہی ہیں۔

باب ششم

آخری نبی۔ محمد ﷺ (مَیتَرِیا)

نبی کو بودھ مذہب کی زبان میں ''بدھ'' کہا جاتا ہے۔ آخری نبی (بدھ) کے بارے میں پیشین گوئی کا خلاصہ پیش خدمت ہے جو گوتم بدھ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے عزیز شاگرد نندا سے بتایا تھا کہ اس دنیا میں میں نہ تو پہلا نبی (بدھ) ہوں اور نہ آخری نبی (بدھ) ہوں۔ اس جہاں میں سچ اور بھلائی کی تعلیم دینے کے لیے اپنے مقررہ وقت پر ایک اور نبی (بدھ) آئے گا۔ وہ پاک باطن ہوگا اور اس کا دل پاک ہوگا۔ علم اور عقل سے مالا مال اور تمام لوگوں کا رہنما ہوگا۔ جس طرح میں نے دنیا کو سچ کی تعلیم دی ہے اسی طرح وہ بھی دنیا کو سچ کی تعلیم دے گا۔ دنیا کو وہ ایسی زندگی کا راستہ دکھائے گا جو صحیح اور مکمل ہوگا نندا! اس کا نام ''میتریا'' (محمد) ہوگا۔

''بدھ'' (نبی) کا مطلب ''عقل مند'' ہوتا ہے۔ نبی (بدھ) انسان ہی ہوتے ہیں دیوتا وغیرہ نہیں۔

''بدھ (نبی) کے اوصاف''

(1) بدھ (نبی) مالدار اور متمول ہوتا ہے۔

(2) بدھ (نبی) صاحب اولاد ہوتا ہے۔

(3) بدھ (نبی) حکومت اور عورت سے مالا مال رہتا ہے۔

(4) بدھ (نبی) اپنی پوری عمر یا عرصہ حیات تک زندہ رہتا ہے۔

(5) بدھ (نبی) کے عہدے کو حاصل کرنے والے شخص کا یہ اصول ہوتا ہے کہ اپنی تصحیح کے لیے اپنا کام خود کرنا چاہیے۔

(6) بدھ (نبی) صرف مذہب کے مبلغ ہوتے ہیں۔

(7) بدھ (نبی) کو ''تتھاگت'' (مبلغ) بھی کہا جاتا ہے۔ جس وقت بدھ (نبی) خلوت میں رہتا ہے یعنی مراقبے میں رہتا ہے تو اس وقت خدا اس کے ساتھیوں کی شکل میں فرشتوں اور جنوں کو بھیجتا ہے۔

(8) ہر ایک بدھ (نبی) اپنے سے پہلے کے بدھ (نبی) کی یاددہانی کراتا اور اپنے پیروکاروں کو ''مارا'' سے بچنے کے لیے ہوشیار کرتا ہے۔ ''مارا'' کا مطلب برائی اور تباہی کو پھیلانے والا ہوتا ہے۔ جسے اردو زبان میں ''شیطان'' اور انگریزی میں ڈیول (Devil) کہا جا سکتا ہے۔

(9) بدھ (نبی) کے پیروکار پکے پیروکار ہوتے ہیں جنہیں کوئی بھی ان کے راستے سے ہٹا نہیں سکتا۔ دنیا میں ایک وقت میں ایک ہی بدھ (نبی) رہتا ہے۔

(10) بدھ (نبی) کے لیے سب سے ضروری اس بات کا ہونا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص اس کا استاد نہ ہو۔

(11) ہر ایک بدھ کے لیے بودھ برکش (درخت) کا ہونا ضروری ہے۔ ہر ایک بدھ (نبی) کے لیے بودھ برکش کے روپ میں الگ الگ برکش (درخت) طے رہے ہیں۔ مہاتما بدھ کے لیے برگد کا درخت اور حضور ﷺ کی بیعت رضوان صحابہ نے ایک درخت کے نیچے حدیبیہ میں کی۔

نبی محمد ﷺ (بدھ میتریا) کی خصوصیات

''میتریا'' کا مطلب ہوتا ہے رحم کرنے والا، بدھ ہونے کی وجہ سے آخری بدھ میتریا میں بھی بدھ (نبی) کی سب خصوصیات پائی جائیں گی۔ میتریا بودھ برکش (بودھ درخت) کے نیچے مجلس سجائے گا۔

(1) بودھ برکش (بودھ درخت) کی دو اقسام ہیں۔

(1) دنیاوی درخت (2) بہشتی درخت

بودھ برکش (بودھ درخت) کے نیچے بدھ (نبی) کو علم کا حصول ہوتا ہے۔ اس وقت ہم بہشتی درخت کے بارے میں کچھ تفصیل پیش کر رہے ہیں۔

1۔ بہشتی بودھ درخت بہت ہی وسیع علاقے میں ہے۔

2۔ علم حاصل کرنے کے بعد بدھ (نبی) ٹھہری ہوئی نظر سے یعنی ٹکٹکی باندھ کر اس بودھ برکش (درخت) کو دیکھتا ہے۔

عام لوگوں کو بہ نسبت بدھوں (نبیوں) کی گردن کی ہڈی بہت زیادہ مضبوط ہوتی تھی جس سے وہ گردن موڑتے وقت اپنے پورے جسم کو ہاتھی کی طرح گھما لیتے تھے۔ میتر یا میں بھی مذکورہ خصوصیات یا صفت کا ہونا فطری عمل ہے۔ اب ہم یہ ثابت کریں گے کہ کون ایسا شخص ہے جس پر بدھوں (نبیوں) کی سبھی خصوصیات پوری اترتی ہیں اور جو میتر یا کی کسوٹی پر کھرا اترتا ہے۔

(1) قرآن مجید میں محمد ﷺ صاحب کے دولت مند ہونے کے بارے میں یہ الہامی آواز ہے کہ تم پہلے غریب یعنی بغیر مال کے تھے، ہم نے تم کو دولت مند بنا دیا۔

حضرت محمد ﷺ بعثت سے بہت پہلے دولت مند ہو گئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس کئی گھوڑے تھے۔ ان کی سواری کے روپ میں مشہور اونٹ "القصویٰ" تھا، جس پر سوار ہو کر مکہ سے مدینہ گئے تھے۔ اور بیس کی تعداد میں اونٹنیاں تھیں جس کا دودھ محمد ﷺ صاحب اور ان کے بال بچوں کے پینے کے لیے کافی تھا۔ ساتھ ہی ساتھ سبھی مہمانوں کے لیے بھی کافی تھا۔ اونٹنیوں کا دودھ ہی محمد صاحب ﷺ اور ان کے بال بچوں کا خاص طعام تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس سات بکریاں تھیں جو دودھ کا ذریعہ تھیں۔ محمد ﷺ صاحب دودھ کے حصول کے لیے بھینس نہیں رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں بھینس نہیں ہوتی۔ ان کے پاس کھجور کے سات (7) باغ تھے جو بعد میں دینی کاموں کے لیے حضور ﷺ کے ذریعہ اللہ کی راہ میں دے دیئے گئے تھے۔ محمد ﷺ صاحب کے پاس تین قطعہ اراضی بھی تھی۔ محمد ﷺ صاحب کے قبضے میں کئی کنویں بھی تھے۔ اتنا یاد رکھنے کے لائق ہے کہ عرب میں کنویں کا ہونا بہت بڑی دولت سمجھی جاتی ہے کیونکہ وہاں ریگستانی علاقہ

ہے۔حضور ﷺ کے بارہ ازواج مطہرات، چار لڑکیاں اور تین لڑکے تھے۔ بدھ (نبی) کے تحت بیوی اور اولاد کا ہونا دوسری صفت ہے۔ محمد ﷺ صاحب کی بعثت سے پہلے گزرنے والے بھارت کے بدھوں میں یہ صفت برائے نام پائی جاتی تھی لیکن محمد ﷺ صاحب کے پاس ان بدھوں کے بارہ گنا اوصاف موجود تھے۔ ان کی بیویوں کے نام ہم ''نراشنس'' کے ویدوالے حصے میں بیان کر چکے ہیں۔

(3) محمد ﷺ صاحب نے حکومت بھی کی۔ اپنے عرصۂ حیات میں ہی انہوں نے بڑے بڑے بادشاہوں کو شکست دے کر ان کے زیر تسلط علاقوں پر اپنی حکومت قائم کی۔ عرب کے شہنشاہ جانے کے باوجود بھی ان کی غذا میں شامل چیزیں پہلے ہی کی طرح سادہ ہی تھیں۔

(4) محمد ﷺ صاحب اپنی پوری عمر تک زندہ رہے۔ کم عمری میں ان کی وفات نہیں ہوئی اور نہ تو وہ کسی کے ذریعے مارے گئے۔

(5) محمد ﷺ صاحب اپنے کام خود کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی بھر دین کی تبلیغ کی۔ ان کے دین کے مبلغ ہونے کی تصدیق مختلف تاریخ دانوں نے بھی کی۔ حالانکہ ان کے بارے میں یہ بات تو بہت زیادہ مشہور رہی ہے۔

7 جس وقت محمد ﷺ صاحب تنہائی میں رہتے تھے، اس وقت کبھی کبھی فرشتے اور جن بھی ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔

(8) محمد ﷺ صاحب نے بھی اپنے سے پہلے گزرے ہوئے نبیوںؑ کی تصدیق کی، اس بات کے لیے آپ پورا قرآن دیکھ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن کی دوسری سورہ میں بیان ہے کہ ''اے مسلمانو! تم کہو کہ ہم خدا پر پورا ایمان رکھتے ہیں اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی، اس پر اور جو جو کچھ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ پر اور ان کی اولاد (کے نبیوں) پر اور جو کچھ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کو دی گئیں، ان پر بھی اور جو کچھ مختلف انبیاءؑ کو ان کے پروردگار (خدا) کی طرف سے حاصل ہوئیں، ان پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں اور ان نبیوںؑ میں کسی طرح کا فرق نہیں مانتے اور ہم اسی ایک خدا کو ماننے والے ہیں۔''

(8) حضرت محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو شیطان سے بچنے کی تنبیہ بار بار کی تھی۔ قرآن میں شیطان سے بچنے کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ جو شیطان کو اپنا دوست بنائے گا، اسے وہ گمراہ کردے گا اور جہنم کا راستہ دکھادے گا۔ (9) حضرت محمد ﷺ کے ماننے والے کبھی بھی ان کے بتائے ہوئے راستے سے نہ ہٹے بلکہ وہ ان کی پختہ شاگردی یا دوستی میں بندھے ہوئے رہتے ہیں۔ محمد ﷺ صاحب کا ساتھ ان کے پیروکاروں نے تادم مرگ نہیں چھوڑا، بھلے ہی انہیں تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہو۔

(10) دنیا میں جس وقت محمد ﷺ صاحب بدھ (نبی) تھے اس وقت کسی میں ملک میں کوئی دوسرا بدھ (نبی) نہیں تھا۔ محمد ﷺ صاحب کے بدھ (نبی) ہونے کے وقت سارے جہاں کی سماجی اور مذہبی حالت بہت ہی خراب تھی۔ اس بات کی تصدیق ''کلکی اوتار اور محمد صاحب'' تحقیقی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(11) حضور ﷺ کا کوئی بھی استاد دنیا کا آدمی نہیں تھا۔ حضرت محمد ﷺ پڑھے لکھے بھی نہیں تھے، اسی لیے انہیں ''امی'' بھی کہا جاتا ہے۔ خدا کے ذریعے حضرت محمد ﷺ کے دل میں اتاری گئی آیات کا مجموعہ قرآن ہے۔ (12) ہر ایک بدھ (نبی) کے لیے بودھ برکش (درخت) کا ہونا ضروری ہے۔ کسی بدھ کے لیے جودھ برکش (درخت) کی شکل میں پیپل، کسی کے لیے برگد اور کسی بدھ کے لیے گولر استعمال ہوا ہے۔ بدھ میتر یا (حضور ﷺ) کے لیے جس بودھ برکش کا ہونا بتایا گیا ہے، وہ ہے لوہے کی لکڑی والا درخت یعنی سخت لکڑی والا درخت ہے۔

محمد ﷺ صاحب کے لیے بودھ درخت کے روپ میں حدیبیہ کے مقام پر ایک سخت اور وزن دار لکڑی والا درخت تھا، جس کے نیچے حضور ﷺ نے جلسہ یا مجلس کی تھی۔

''میتر یا'' کا مطلب ہوتا ہے، رحم والا۔ 16 اکتوبر 1930ء ''لیڈر'' صفحہ نمبر 7 کالم نمبر 3 میں ایک بودھ دانشور نے میتر یا کا مطلب ''رحم'' کیا ہے۔ محمد ﷺ صاحب کو ''رحمت للعالمین'' کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے ''تمام عالم کے لیے رحمت۔''

بدھوں (نبیوں) کے تحت پائے جانے والی سبھی اوصاف محمد ﷺ صاحب

کی ذات ستودہ صفات میں بھی موجود تھے۔

المنتہیٰ درخت حضرت محمد ﷺ نے بھی جنت میں ایک درخت کو دیکھا تھا جو خدا کے تخت کے داہنی طرف موجود تھا۔ یہ درخت اتنے بڑے علاقے میں تھا کہ ایک گھڑ سوار تقریباً سو سالوں میں بھی اس کے سایہ کو پار نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت محمد ﷺ نے بھی جنتی درخت کو بغیر آنکھ جھپکائے ہوئے دیکھا تھا (یعنی سدرۃ المنتہیٰ)

''میتریا'' کے بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ کسی بھی طرف مڑتے وقت وہ اپنے جسم کو پورا گھما لے گا۔ یہی بات حضور ﷺ کے بارے میں بھی تھی کہ وہ بات چیت کرنے میں کسی دوست کی طرف دیکھتے وقت اپنے جسم کو پورا گھما لیتے تھے۔

اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ بدھ مذہب کی کتابوں میں جس ''میتریا'' کے ہونے کی پیشین گوئی کی گئی ہے وہ آخری نبی حضرت محمدؐ ہی ہیں۔

اختتام

مذہبی کتابوں میں عمیق گہرائی میں اترنے سے یہ واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ تمام مذاہب کے بنیادی اصولوں میں کوئی فرق نہیں۔ فرق صرف اس بات کا ہے کہ لوگ ان اصولوں سے ہٹ کر من گھڑت مذہب کو مان بیٹھے۔ دنیا کی بھلائی کے لیے مذہب کی تبلیغ کرنے والے نبیوں یا اوتاروں کو ہی خدا مان بیٹھے۔ ایک خدا کو چھوڑ کر مختلف دیوی، دیوتاؤں کی پوجا پاٹ میں مشغول ہو گئے۔ قصے کہانیوں کے سننے کو ہی مذہب سمجھ بیٹھے۔ بھارتی سماج میں ایک طرف مورتی پوجا نے جگہ بنا لی، تو دوسری طرف قبروں کی پوجا (عبادت) اپنے مفاد کے لیے کی جانے لگی۔

رام کی یادگار کے روپ میں دسہرہ منایا جانے لگا، تو دوسری طرف محرم منایا جانے لگا۔ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دسہرہ وغیرہ منانے کے لیے کسی بھی وید یا مستند کتاب میں کوئی بھی قانون نہیں ہے۔ محرم کا منایا جانا بھی مذہب اسلام میں نہیں ہے۔ شراب پینا، چوری کرنا، سود لینا، جوا کھیلنا وغیرہ دونوں مذاہب میں منع ہے۔ گیتا اور وید نے ایک خدا ہونے

(توحید) کی تصدیق کی ہے تو قرآن نے بھی واشگاف انداز میں توحید (ایک خدا ہونے) کی تصدیق کی ہے۔ ویدوں میں رشیوں (نبی)، پرانوں میں اوتاروں اور بودھ کتب میں بدھوں کا ذکر یا تذکرہ کیا گیا ہے تو اسی معنی میں قرآن نے رسول اور نبی کا تذکرہ کیا ہے۔ ویدوں میں ''ایک خدا ہے اور اس کے علاوہ دوسرا نہیں'' کا منتر پڑھایا جاتا ہے جس کا مطلب ہے ''خدا ایک ہے اور اس کے علاوہ دوسرا نہیں'' تو اسلام میں ''لا الہ الا اللہ'' کا کلمہ پڑھایا جاتا ہے جس کا مطلب بھی ویدوں کے مطلب کی ہی تصدیق ہے۔ ویدوں کے مذہب میں بتائی گئی ''سندھیا'' کو ہی اسلام میں نماز کہا جاتا ہے اور ''برت'' کو روزہ کہا جاتا ہے۔ تیرتھ یاترا کو ہی عربی میں (اسلام میں) حج کہتے ہیں۔ ''سورگ'' اور ''نرگ'' اسلام میں جنت اور دوزخ نام کے متبادل ہیں جو عموماً استعمال کیے جاتے ہیں۔ ''آستک'' کو مسلمان، ''ناستک'' کو کافر اور ''ایشوریہ'' کو اسلام کہا جاتا ہے۔ بات ایک ہی ہے لیکن زبانوں میں فرق ہونے کی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں باہمی دشمنی بھری ہوئی ہے۔ لوگ اپنے تنگ نظر خیالات کو ترک کر کے ایک دوسرے کے مذہب کا علم سیکھنے کے لیے اگر کوشش کریں تو آپس کے جھگڑے لڑائی نابود جائیں۔ آج ہندوؤں میں مسلمانوں سے خاص دشمنی اس لیے ہے کیونکہ مسلمان گائے کو ذبح کرتے ہیں اور گائے کا گوشت کھاتے ہیں لیکن ہندوؤں کو بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ بھارت میں بھی پہلے گائے کو مارنے اور ''گوسو'' نامی یگیہ (ایک مذہبی رسم) کیے جاتے تھے۔ جس میں گائے کے ذبح کرنے کا قانون تھا، لیکن ''کلی یگ'' (موجودہ دور) میں مذکورہ بالا رسموں کو اب شاستروں (مذہبی کتاب) میں منع کر دیا گیا ہے۔ اس لیے ہندوؤں کے ذریعہ اب گایوں کو ذبح نہیں کیا جاتا۔ اس لیے میری ہندو بھائیوں سے گزارش ہے کہ وہ صرف ''گوہتیا بند ہو'' یعنی گائے کا ذبح کیا جانا بند ہو کا ہی نعرہ نہ لگائیں بلکہ ''بھینسوں کا مارنا بند ہو'' ''بکریوں کا ذبح کیا جانا بند ہو'' کا بھی نعرہ لگائیں۔ کیونکہ بھینسیں اور بکریاں بھی تو دودھ دینے والے جانور ہیں۔ جو ہندو بکریوں یا بکروں کا جھٹکا (ذبح) مار کر کے کھاتے ہیں، ان کے خلاف بھی نعرہ لگاؤ۔ مسلمانوں کو بھی یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ گائے کا گوشت کھانا مسلمان ہونے کی اہلیت یا خوبی (Qualification) نہیں ہے۔ مزید یہ کہ وہ لوگ حضرت محمد ﷺ کے پکے ماننے والے

ہیں، اس لیے کم سے کم حضورﷺ کے احکامات کو تو مانیں۔ حضورﷺ نے گائے کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ گائے کے دودھ کو کام میں لانا لازم سمجھو کیونکہ وہ صحت مند ہے اور اس کا گھی دوا ہے لیکن اس کا گوشت بیماری (کا سرچشمہ) ہے۔ بابا علیم داس نے بھی سناتن دھرم (پرانے مذہب) میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ گائے کا گوشت نہیں کھانا چاہیے۔ حضرت محمدﷺ کی طرح دوسرے سبھی رشیوں نے (انبیاء) اور خاص کر بھارت کے رشیوں نے بھی گائے کے دودھ اور گھی کے استعمال کی تصدیق کی ہوگی اور گوشت سے بچنے کو کہا ہوگا۔ اس کے گوشت کی ممانعت پہلے دوا کے نقطہ نظر سے تھی، بڑھتے بڑھتے یہ اصول بن گیا جو بعد میں ایک مذہبی اصول بن گیا۔

آج کے ڈاکٹروں نے ٹی بی کے جراثیم جتنے گائے میں پائے جاتے ہیں اتنے دوسرے جانوروں میں نہیں ہیں۔ اس بات کی تصدیق کی ہے۔ اس لیے میری مسلمانوں سے التجا ہے کہ گائے کا گوشت کھانا ان کے مذہب کے لیے لازم نہیں ہے۔ لہٰذا گائے کے گوشت سے الگ ہو کر بھی وہ اپنے اصلی دین میں رہ کر حضورﷺ کے سچے پیروکار بن سکتے ہیں۔ اس لیے وہ گائے کا گوشت کھانا ترک کر دیں اور گایوں کو مار کر کے سماجی بدنظمی اور باہمی بھائی بھائی کے جھگڑے کو فروغ دے کر اسلام کو داغ دار نہ کریں کیونکہ اسلام کا اصل مقصد تو امن کا پرچار ہے۔ مذہب اسلام کے اصولوں کی ہندی زبان میں اشاعت کریں۔ خود بھی ہندی اور سنسکرت پڑھیں۔ بھارت کی زمین میں مسلمان پیدا ہو کر یہاں کے آب و دانہ سے پرورش پائی ہے اس لیے یہاں کے لوگوں کی اور اس ملک کی فلاح و بہبود کا بھی سوچیں۔ مسلمان اپنے مذہبی اصولوں کی ہندی زبان کے ذریعے سے تشریح کریں اور اپنے نام بھی ہندی میں رکھیں کیونکہ جو جس ملک میں پیدا ہوتا ہے وہ اس ملک کی زبان کو ضرور اپناتا ہے۔ ہندی زبان میں نام رکھنے سے تو مسلمان اپنے مذہب سے زوال پذیر ہوں گے نہیں، اور نہ یہ اسلام کا اصول ہی ہے کہ مسلمان لازمی طور پر عربی میں ہی اپنے نام رکھیں۔ اگر عربی میں نام رکھنے کی ہی خواہش ہے تو وہ اپنا ایک نام سنسکرت یا ہندی میں بھی رکھیں۔[1] سماج میں امن اور نظم و ضبط پھیلانے کے لیے ایسے ذرائع کو اپنانا چاہیے جو مذہب کے خلاف نہ

1۔ یہی طریقہ ہندو بھی اپنائیں اور اپنے ہندی نام کے ساتھ ایک عربی نام بھی رکھیں۔

ہوں۔ حضرت محمد ﷺ کا کردار بہت ہی صاف اور روشن تھا، اس کی پیروی کرنا بہتر ہے۔

اپادھیائے جی کی تحقیقی کتابوں پر دانشوروں کی رائے

باہمی مخالفت میں پھنسے ہوئے ویشنو، شیو اور شاکت ان تینوں کو ایک لڑی میں پروکر تلسی نے عالمی رہنما کا مقام حاصل کیا۔

پنڈت وید پرکاش اپادھیائے جی نے ہندو، مسلمان اور عیسائیوں کو مذہبی اتحاد میں باندھنے کے لیے جو اہم قدم اٹھایا ہے تو اس سے میں انہیں عالمی رہنما کے منصب پر فائز کر رہا ہوں کیونکہ انہوں نے لوگوں کو یہ معلومات فراہم کیں کہ حضرت محمد ﷺ کلکی کے اوتار ہیں اور مسلمان انہیں کلکی کے پیروکار ہیں اس لیے دوسرے بے شک ایک نہ ہوں، لیکن ہندو اور مسلمان تو ایک ہوں گے ہی۔ میری مسلمانوں سے بھی اپیل ہے کہ وہ اپنے نام ہندی میں بھی رکھ لیں، اور اپنے کو ''آستک'' (مسلمان) اور مذہب اسلام کو خدائی (ایشوریہ) مذہب کہیں اور قرآن کو علم مذہب کہیں اور ویدوں کی توہین نہ کریں۔ اپنے مذہبی اصولوں کو ہندی میں شائع کریں تا کہ وہ اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ جو وید مذہب کا ایک اچھا روپ ہی ہے، کی روشنی میں لوگوں کو بتا سکیں اور انہیں آگاہ کر سکیں۔ جو لوگ برے کام کرتے ہیں اور کلکی کو نہیں مانتے انہیں برا نہ کہہ کر کلکی کے اصولوں سے لوگوں کو آشنا کریں۔ نراشنس جو محمد ﷺ صاحب ہی ہیں، وید کی ایک اہم ترین مستقبل کی شخصیت ہیں۔ میں اپنی طرف سے اپادھیائے جی کو مبارکباد دیتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس وقت وہ ساری دنیا کو ایک ہی سمت میں موڑ رہے ہیں ہر ایک ہندو، مسلمان اور عیسائی کو مذہبی مباحث اور مناقشوں سے قطع نظر کر کے اپادھیائے جی کی نظامت میں جاری، سار سوت ویدانت سنگھ میں بھرپور حصہ لینا چاہیئے۔ ''نراشنس'' اور آخری نبی نامی اپادھیائے جی کی تحقیقی کتاب ایک بہت ہی اہم تحقیقی کام ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہی ہے۔ خدا اپادھیائے جی کو اور طاقت عطا کریں، جس سے وہ اس نیک کام میں کامیاب رہیں۔

پنڈت راجارام شرما

موضع ،لائی پورے کی
ڈاکخانہ،آناپور
ضلع ،الہ آباد

پنڈت وید پرکاش اوپدھیائے کے ذریعے لکھی ہوئی ''نراشنس'' کے بارے میں تحقیقی کتاب موجودہ ست مذہبی دور میں قومی اتحاد کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ کیونکہ مذہبی اتحاد بھارت جیسے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو آرام اور امن عطا کرنے والا ہے۔ ساتھ ساتھ یہ بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ آخری نبی کے روپ میں جن کی پیشین گوئی کی گئی ہے وہ محمد ﷺ صاحب ہی ہیں۔ میری مسلمانوں سے بھی گزارش ہے کہ وہ اپنے نام ہندی میں بھی رکھیں اور اپنے مذہبی اصولوں کو ہندی زبان کے ذریعے سے واضح کریں۔ تب بھارتیوں کو مسلمانوں کے مذہب کی معلومات ہوں گی اور ساتھ ساتھ وہ یہ سمجھیں گے کہ مذہب اسلام ہم لوگوں کے مذہب سے الگ کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی بھی بھید بھاؤ (فرق) نہیں رہ جائے گا۔ میری یہی خواہش ہے کہ سماج کے لیے یہ کتاب فائدہ مند ثابت ہو جس سے ایک بھلائی کرنے والے مذہب کی کوششوں سے سماج میں باہمی اتحاد اور امن وآشتی کا قیام ممکن ہو سکے۔

مورخہ 14 مئی 1970ء
اشکوک کمار جائسوال ''سارسوت''
قائم کرنے والے، کلپنا سیوک سماج، پریاک
ممبر کاریہ کارنی سمیتی
سارسوت ویدانت سنگھ
پریاک (یوپی)

(3)

پنڈت وید پرکاش جی اپادھیائے کی لکھی ہوئی ''نراشنس'' کے بارے میں تاریخی تحقیقی کتاب موجودہ مذہبی ٹکراؤ کا تدارک کرنے میں ایک کامیاب کوشش ہے۔ ویدوں میں ''نراشنس'' نام سے جس مستقبل میں آنے والے نبی کا تذکرہ ملتا ہے، پرانوں

(مذہبی کتاب) میں ''کلکی اوتار'' ہونے کے بارے میں جو اطلاع ملتی ہے اور بائبل کے پرانے اصول کے مطابق جس کے ہونے کی پیشین گوئی حضرت موسیٰ نے کی ہے اور بائبل کے نئے اصول کے مطابق عیسیٰ مسیح نے جس کے بارے میں اعلان کیا ہے وہ ''نراشنس'' کلکی اوتار یا ''پیراکلیٹ'' محمد ﷺ صاحب ہی ہیں۔ پیش کردہ تحقیقی کتاب کائنات کی پرانی تاریخ کے مواد کا مظاہرہ ہے، جسے بہت ہی کوشش کے بعد مصنف نے تیار کیا ہے اس کے لیے وہ قابل تعریف ہیں اور اس کوشش کے لیے اپادھیائے جی شکریہ کے مستحق ہیں۔

ویساکھ، شکل پکش　　　　　　مودیش چند

دسویں، سبت 2027　　　　　　صدر ودیارتھی ہت کارنی سمیتی،

خلد آباد، پریاگ (الہ آباد)

(4)

پنڈت وید پرکاش جی اپادھیائے کا میں سب سے پہلا شاگرد ہوں۔ عزت مآب استاد الہ آباد میں سب سے پہلے میرے مکان میں ہی رہائش پذیر رہے ہیں۔ ان کی نیک صحبت سے میری زندگی میں ایک روشنی سی دوڑ رہی ہے اور میں انہیں کے احکام پر چلتا ہوں میری زندگی میں جب بھی کوئی مشکل پیش آئی، ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے سے وہ دور ہو گئی۔ اجین میں ہونے والے کل بھارتی سنسکرت بحث ومباحثہ کے مقابلہ میں شمالی بھارت کے عالم نمائندے کے روپ میں آپ نے ہی ''رجت فلک'' (ٹرافی) جیت کر پریاگ (الہ آباد) یونیورسٹی کا ہی نہیں بلکہ شمالی بھارت کا نام بھی روشن کیا۔ اس سے پہلے ''رجت فلک'' جیتنے والے جنوبی بھارت کے ہی دانشور ہوا کرتے تھے۔ تلسی نے باہمی جھگڑا کرنے والے ''شیو، شاکت اور ویشنو'' کو اتحاد کے دھاگے میں باندھ کر خوشی کا کام کیا۔ اب یہ ہندوؤں، مسلمانوں اور عیسائیوں کو مذہبی اتحاد کی بنیاد پر اکٹھا کر کے اتنا بڑا کام کر رہے ہیں جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ جب سے انہوں نے کلکی کے اوتار کے بارے میں یہ تحقیق کی، جس سے مسلمان کلکی یعنی محمد ﷺ صاحب کے پیروکار ثابت ہوئے، تب سے الہ آباد میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا آپس کا جھگڑا مٹ گیا۔ ''نراشنس'' اور ''آخری نبی'' نامی تحقیقی کتاب بہت ہی علمی اور دلائل سے بھری ہوئی کتاب ہے، جسے کوئی

ردنہیں کرسکتا۔ کچھ لوگوں کی طرف سے مخالفت بھی ہوگی، کیونکہ اچھے کاموں کے کرنے والوں کی بہت بڑی مخالفت بھی ہوتی رہی ہے۔ خدا سے میری یہی دعا ہے کہ وہ آپ کو اچھے کام کرنے کی مزید صلاحیت عطا کرے۔

بانکے لال وشیہ ''سارسوت''
خلد آباد، الہ آباد
29-4-1970

(5)

حاضرہ تحقیقی کتاب ''نراشنس'' اور ''آخری نبی'' پنڈت وید پرکاش اور اپادھیائے جی کی لکھی ہوئی بہت ہی بلند مقام کی حامل اور قابل تعریف کتاب ہے۔ انہوں نے یہ کتاب ویدوں، قرآن اور بائبل کی بنیاد پر لکھی ہے۔ یہ کتاب مذہبی اتحاد کی نظر سے بہت ہی اہم ہے۔ انہوں نے مذہبی اتحاد کی جو روشنی پھیلائی ہے وہ اس کتاب میں روشن ہے۔ جو کہیں اور ملنی مشکل ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں دنیا کے مذہبی اتحاد کا آغاز کیا ہے جو ہمارے ملک میں کیا ساری دنیا میں امن و اتحاد کی لہر دوڑا دے گا۔ ہم مصنف کے اس اہم کام کے لیے بہت ہی احسان مند ہیں۔

پنڈت اندر جیت شکل وسارسوت
ممبر، سارسوت ویدانت پرکاش سنگھ، بھارت
3 کنولال لین، بڑا تلا اسٹریٹ بڑا بازار
کلکتہ، 7

(6)

موجودہ تحقیقی کتاب ''نراشنس'' جناب وید پرکاش جی کے ذریعے لکھی گئی۔ یہ کتاب ان کی عظمت کی علامت ہے۔ موجودہ مختصر اور علمی کتاب ان کی لگن اور تحقیقی عادت کی آئینہ دار ہے۔ اس کتاب میں آپ نے حضرت محمد ﷺ کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ بائبل کے ''پیراکلیٹ'' محمد ﷺ صاحب ہی ہیں۔ ان کا تذکرہ ویدوں میں بھی آیا ہے۔ ویدوں میں ایک اونٹ سوار اور بارہ پتنی (بیوی) والے شخص

کا بیان یا ذکر آیا ہے جو حضرت محمد ﷺ سے مماثلت رکھتا ہے۔ اس بنیاد پر اپادھیائے جی نے یہ نکتہ اجاگر کیا ہے کہ یہ سبھی اوصاف محمد ﷺ صاحب ہی کے تھے۔ سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ موجودہ کتاب ہندو مسلم مذہبی اتحاد کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے دین اسلام کو ویدک مذہب کا روپ مانا اور اپنے مذہب میں ایمان، روزہ اور نماز وغیرہ کو ویدک مذہب کی طرح اہمیت عطا کی۔ محمد ﷺ صاحب نے صرف عربوں کی یاد کرنے کی نظر سے ہی ویدک دھرم کے اصولوں کا عربی میں صرف ترجمہ کیا ہے ورنہ ہے وہی ویدک دھرم[1] (مذہب) اس نقطہ نظر سے موجودہ زمانے کا ہندو، مسلم فساد بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق وید پرکاش جی بھی کرتے ہیں۔ ایک ہی مذہب، ایک ہی مقصد اور ایک ہی جیسے نمونوں کے ہوتے ہوئے بھی آج مسلمان ہندو کو بھائی نہ مان کر فساد کرتے ہیں۔ جب بھی ہندو، مسلم باہم ایک ہی بڑے خاندان کے ممبر کی سوچ رکھیں گے تو یہ بے کار کا جھمیلا آئے دن نہ کھڑا رہ سکے گا۔ آج کا مسلم گروہ گائے ذبح کرنا وغیرہ منافرت والے گناہوں کے کام کر کے اس کا الزام محمد ﷺ صاحب پر کرتا ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا حضرت محمد ﷺ نے کبھی یہ حکم دیا کہ مسلمان گائے کا گوشت کھائیں۔ انہوں نے کبھی بھی گائے کا گوشت نہیں کھایا۔ (انہوں نے گائے کا گوشت کھانے کے لیے مسلمانوں کو روکا ہے اور گائے کے دودھ اور گھی کے استعمال کرنے کا حکم اپنے ماننے والوں کو دیا ہے۔ وید پرکاش اپادھیائے ایسی حالت میں محمد ﷺ صاحب پر اپنے کیے گئے گناہ کے کاموں اور بدکاریوں کو تھوپنے اور الزام تراشی کر کے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

انہوں نے بھی عدم تشدد کا سبق پڑھایا۔ میں وید پرکاش جی کے مدلل بیانات اور دلائل سے پُر ان نئی تحقیقی کتابوں کی تائید کرتی ہوں۔ ان کی تاریخی نقطہ نظر سے نہایت اہمیت ہے۔ آج کا گندہ سماج اس کتاب کو پڑھ کر اپنے کو مستفید کر سکے گا۔ مجھے یقین ہے اس طرح امن کے قیام کی خصلت کا طلوع ہوگا۔ اس طرح ساری دنیا کو اس کتاب سے امن کا سبق ملے گا۔ میری رائے میں اس سے عوام کو بے حد فائدہ پہنچے گا۔ میں خدا سے بھی دعا کرتی ہوں کہ اپادھیائے جی وقت وقت پر اسی طرح اپنے نئے طاقت ور خیالات سے لوگوں کی

---

[1] اگر ایسا ہے تو اس جدید ویدک دھرم کو تسلیم کر کے اس پر عمل کیا جانا چاہیے۔

سوچنے کی بات ہے کہ یہاں بھی الزام مسلمانوں پر ہے کہ ہم لوگ یعنی مسلمان فساد کی جڑ ہیں

بھلائی میں مشغول رہیں۔ ان کا یہ تحقیقی کام دیگر لوگوں میں بھی کچھ کرنے کے لیے جذبہ بیدار کرتا ہے۔ سماج میں علماء کے ذریعے اس کا استقبال ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی یہ تحقیقی کاوش معیاری ثابت ہوگی۔ ہاں انسان ہونے کے ناطے ان کی ان مخلصانہ علمی اور تحقیقی کوششوں میں غلطی کا بھی امکان ہوسکتا ہے۔

بائبل اور ویدوں میں تو محمد ﷺ صاحب کا تذکرہ ہوا ہی ہے، ساتھ ہی ساتھ پرانوں (مذہبی کتاب) میں ''کلکی'' نام سے بھی ذکر آیا ہے۔ پرانوں کے کلکی اور محمد ﷺ صاحب ایک ہی تھے۔ یہ دلائل کے ذریعے اپادھیائے جی نے ثابت کیا ہے۔ ''کلکی اوتار اور محمد ﷺ صاحب'' بھی اپنے ڈھنگ کی ایک انوکھی اور تحقیقی کتاب ہے، خدا اپادھیائے جی کا راستہ آسان اور ہموار کرے۔

کماری رنجنا مصرا
ایم اے (سنسکرت) اتر اردھ
سنسکرت ڈپارٹمنٹ
الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد

(7)

پنڈت وید پرکاش اپادھیائے جی الہ آباد ڈویژن کے الہ آباد ڈویژن کے تحت منجھن پور تحصیل میں موضع برہم پور کے باشندہ ہیں۔ ویدوں کے عظیم عالم ہیں۔ ان کی کتاب ''کلکی اوتار'' اور ''محمد ﷺ صاحب'' میں نے دیکھی اور ان کا بیان بھی سنا، واقعتاً یہ ایک غیر معمولی تحقیق ہے۔ تلسی نے باہم مخالف شاکت، شیو اور ویشنو (ذات) گروہوں کو ایک بندھن میں باندھ کر عالمی رہنما کا عہدہ حاصل کیا۔ آج کے حالات میں پنڈت وید پرکاش جی اپادھیائے ویدک مذہب سے اسلام اور عیسائی مذہب کا باہمی بُعد دور کر کے ان تینوں عظیم مخالف طاقتوں کو اتحاد کے بندھن میں باندھ کر بہت ہی قابلِ تعریف کام کر رہے ہیں۔ ہمارے مذہب میں ''کلکی'' کو آخری اوتار کہا گیا ہے جو کتاب پڑھنے سے حضرت محمد ﷺ ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ مسلمان انہیں کلکی کے شاگرد ہیں۔ اس لیے مسلمان بھی ہم لوگوں کے بھائی ہوئے۔ پھر فرق کی کیا بات ہے؟ اگر اپادھیائے جی کی اس محنت اور کتاب کو پڑھ کر کے عمل کیا جائے تو پوری دنیا ویدوں کی پیروکار بن کر اتحاد کے اصول کو کامیاب کر سکتی ہے۔[1]

---

[1] پیروکار تو کلکی اوتار نراشنس نبی محمد ﷺ کا بننا چاہیے

راج نرائن سنگھ
گوڑی، عدل ہاٹ، مرزاپور
بنارس کا پتہ
راج نرائن سنگھ
(C/O) ہری ہر سنگھ
سی کے 30/10 مرلی گلی چوک
وارانسی (بنارس)

مورخہ: 11-4-1970

(8)

محترم جناب پنڈت وید پرکاش جی کے نئی روشنی اسکول کے صحن میں ''مذہبی اتحاد کی روشنی'' کے مضمون پر تقریر کرنے کے بدلے میں دی گئی استقبالیہ تقریر۔

صدر استقبالیہ جناب بدھ ناتھ شر، صدر مدرس،
نئی روشنی سیکنڈری اسکول،
گوڑی، عدل ہاٹ، مرزاپور۔

معزز صدر صاحب! اور مہمانان گرامی! بھائیو اور بہنو! آج اپنے محترم مہمان پنڈت وید پرکاش جی اپادھیائے ایم اے (سنسکرت وید) کا اپنے اسکول کے صحن میں استقبال کرتے ہوئے ہم بڑی خوشی محسوس کر رہے ہیں کیونکہ عظیم مقرر نے اپنا قیمتی وقت دے کر نہ صرف اس میدان کو ہی عظمت بخشی ہے بلکہ اپنے پورے ملک کو اتحاد کے سنہرے ڈورے میں باندھنے کی بھی کوشش کی ہے۔ آج کے اس پُر انتشار اور بدامنی کے دور میں جب کہ انسان درندگی کا روپ دھار (اختیار) کر چکا ہے، سب طرف بدامنی کے بادل انسان کی قسمت کے آسمان پر منڈلا رہے ہیں اور طاقت کے غلط استعمال سے انسانیت سسک رہی ہے۔ ایسے وقت میں آپ جیسے عظیم شخص ہی اس ملک کو بچانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ خدا کی مہربانی سے آپ اس اہم اور مشکل کام کا ارادہ لے کر انسانیت کی خدمت میں آگے قدم بڑھا رہے ہیں۔

بھارت کا ہر ایک فکرمند شخص آج کی بری عادات واطوار کو دیکھ کر مستقبل کے لیے

نہایت نا امید اور اداس ہو رہا ہے۔ سیاسی گروہ بندی، خود غرضی اور محدود مفادات کی گندی فکر، لوگوں کے ضمیر پر چھا گئی ہے۔ یہ برے خصائل زندگی میں لوگوں کے روزمرہ کا کردار کا حصہ اور رہن سہن میں ان کا استعمال ایک ضروری جز کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ ذات ذات سے، گروہ گروہ سے، صوبہ صوبے سے، فرقہ فرقے سے اور زبان زبان سے ٹکرانے میں مصروف ہے۔ یہ سبھی بدنظمی قوم کے لیے انسانیت کے لیے ایک بددعا ہے یا عذاب ہے۔ ان حالات میں پنڈت جی کی نا قابل فراموش کوشش قابلِ ستائش ہے۔ ہم لوگوں کا یہ فرض ہے کہ ان فکر مند اور دردمند دانشوروں کے برتاؤ اور آواز کا یعنی باتوں کا احترام کریں اور ایسے ہی کام میں مشغول ہو کر ترقی کے راستے پر گامزن ہو کر آگے بڑھیں۔

ہمارا مقصد موافقانہ زندگی ہے۔ ہم جانور اور پرندوں کی بھی اچھائیاں حاصل کرنا چاہتے ہیں پھر انسانوں کی بات ہی کیا ہے؟ ہم کسی کو بھی دکھ دینا نہیں چاہتے (عدم تشدد ہی سب سے عظیم مذہب ہے) کسی کی بے عزتی نہیں، کسی کی ٹوٹ پھوٹ نہیں، کیونکہ سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں۔ اس کے علاوہ زندگی میں کچھ اور نہیں۔ سبھی اپنے اپنے وقار کی پاسداری کریں، دوسروں کے وقار کی مخالفت نہ کریں جو سچ تجھ میں ہے وہی سچ دوسرے میں بھی ہے۔

لوگوں میں ایسی فکر پیدا کر دی گئی ہے کہ ویدک سنسکرت (وید کا کلچر) اور اسلامی کلچر (تہذیب) کی تقسیم اور تفریق کوئی نہایت اونچی اور نہ ٹوٹنے والی دیوار ہے اور دونوں ایک دوسرے کے بہت بڑے دشمن ہیں لیکن گہرائی میں اترنے پر دونوں کے گہرے تلے میں یعنی پیندے میں قیمتی جواہرات ملیں گے جو ایک دوسرے کو بہت ہی قریب لا کھڑا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ دیکھیں کہ مسلمان کوئی بھی کام کرتے ہیں تو بسم اللہ پڑھ کر کرتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ بسم یعنی نام لے کر اللہ کا۔ پرماتما یعنی بھگوان کا نام لے کر ان کے حکم سے ان کی خوشی کے لیے ہم یہ کام کرتے ہیں۔ بھوجن یعنی کھانا کھائیں، جنگ کریں یا کھیلیں، سب کچھ بھگوان کے حکم کے مطابق، خود سپردگی لیے ہوئے، بھگوان (خدا) کی خوشی حاصل کرنے کے لیے ہی کریں، خود غرضی کے لیے نہ کریں اور بھگوان کے حکم کے خلاف نہ

کریں۔ تا کہ ہماری ہر خواہش اور کوشش سے دنیا کی بھلائی چاہنے والا بھگوان (خدا) مطمئن ہو۔ آخر بھگوت دھرم کا بھی تو یہی پہلو ہے۔ گیتا دھرم بھی یہی کہتا ہے کہ پہلے بھگوان کا نام لیں پھر خدا کے سپرد کر کے عقل سے اچھے کام کریں۔ اتنی مماثلت ہونے کے باوجود بھی اتنا فرق کہاں سے آیا۔ ہم پھر اپنے مکمل جوش و جذبے کے ساتھ آپ کا استقبال کرنے کے لیے نیک خواہشات کے ساتھ حاضر ہیں۔ آپ نے انسانیت کی خدمت کا جو بار اٹھایا ہے، بھگوان (خدا) اس میں مشغول رہنے کی حوصلہ افزائی فرماتا رہے۔ جس سے زیادہ سے زیادہ انسانیت کی خدمت ہو سکے۔ پنڈت وید پرکاش جی کا ''کلکی اوتار'' کے بارے میں جو تحقیقی مطالعہ ہے وہ نہایت قابلِ تعریف ہے۔ اسی طرح آپ جیسے عظیم مقرر اگر وقت وقت پر بھارت کے ہر علاقے میں پہنچ کر مذہب انسانیت کی تعلیم دیتے رہیں گے تو ضرور انسانیت کی فلاح و بہبود ہوگی۔

(9)

''کلکی اوتار اور محمد ﷺ صاحب'' نامی تحقیقی کتاب کو پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی سبھی انسان ایک ہیں۔ ذات پات کی تقسیم تو محض مادی اور وقتی ہے۔ اس کتاب کا یہ واضح پیغام ضرور ہی انسانی سماج کی ترقی اور خوشحالی کا پیغام ہے۔ موجودہ دور میں اس کی نہایت ضرورت ہے۔ اپادھیائے جی کی یہ سعی ضرور قابل ستائش ہے۔ مسلمانوں کا اسلام مذہب اور ویدک مذہب بھارتی گروہ سے الگ نہیں ہے۔

موضع سبدگانوان　　　　ابھینو سنگھ

ممبر، سارسوت ویدانت پرکاش سنگھ

ضلع بنارس

دفتر، تارگھر　　　　بنارس (یو۔ پی)

کانپور

(10)

موجودہ سماجی اور مذہبی حالات کے تحت ''وسودھیو کٹمبکم'' (زمین پر بسنے والے

سب ایک ہی خاندان ہیں) کے نہایت اچھے نمونے کو ہر ایک شخص کی ذہنی سطح سے قلبی سطح تک سنجیدگی سے پھیلانے کی عظیم کامیاب کوشش ''کلکی اوتار اور محمد ﷺ صاحب'' نام کی تحقیقی کتاب ہے۔ اس کتاب میں نظر سے گزرا یا دکھائی دیا کہ فرقہ وارانہ تفریق انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ حقیقی امن وسکون کی جڑ آپس میں گہری محبت، نیک خیالات اور خوش اخلاقی میں ہوتی ہے۔

پیشِ نظر کتاب کا اصل مقصد محض انسان میں اتحاد اور نیک جذبات کی عظیم کوشش ہے۔ ہندو، مسلمان، عیسائی اور پارسی وغیرہ ایک ہی خدا جیسے آفتاب کی کرنوں کی قوس و قزح کے سات رنگوں کا روپ ہے جو نظر کی خرابی کی وجہ سے الگ الگ روپ میں ہو کر بھی اصل روپ میں ایک ہے اور ہمیشہ ایک ہی رہیں گے۔ پانی کے لیے مختلف مترادف الفاظ اور مختلف زبانوں میں کئی طرح کے لفظ پانی کے مطلب کو ہی ظاہر کرتے ہیں۔ تو یہ بھید بھاؤ (تفرقہ) کیوں؟ فرقہ بندی اور بدامنی کیوں؟ حدود خیالات یا تنگ نظری سے بلند شخصیت رکھنا سب کا مقصد حیات ہونا چاہیے۔ اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے۔ مندرجہ بالا نقطہ نظر سے پیش کردہ کتاب ''کلکی اوتار اور محمد ﷺ صاحب'' اپنا خاص مقام رکھتی ہے۔

''نراشنس اور آخری نبی'' تاریخی اور تہذیبی نقطہ نظر سے ایک اعلیٰ سطحی تحقیق ہے۔ رگ وید اور اتھر وید میں جس ''نراشنس'' کی پیشین گوئی کی گئی ہے اس کی خصوصیات حضرت محمد ﷺ پر پوری اترتی ہیں۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے اتحاد کے لیے اپادھیائے جی کی رہنمائی موجودہ سماجی اور مذہبی حالات کو دیکھتے ہوئے سب جگہ قابل تعریف ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام مذہب کا اصل سرچشمہ اور ہندو مذہب کا اصل سرچشمہ ایک ہی ہے۔ موجودہ کتاب آج کل کے زمانے میں عوام میں امن قائم کرنے کے ساتھ ساتھ آج کے انسان کو غور وفکر کی ایک نئی جہت عطا کرنے میں مکمل طور پر کامیاب ثابت ہوگی۔

ہری نارائن دولبے
22-570
ایم اے
(پراچین تاریخ تہذیب اور آثار)
ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ

تاریخ ڈپارٹمنٹ
الہ آباد ڈگری کالج
الہ آباد

ممبر مجلس انتظامیہ
سارسوت ویدانت پرکاش سنگھ
جونپور (یو۔ پی)
موضع، ناری پور ڈاکخانہ، بالبرگنج
ضلع، جونپور

(11)

اپادھیائے جی کی ''نراشنس'' اور ''انتم رشی'' تحقیقی کتاب آج کے موجودہ سماجی مسائل کے لیے انقلابی حل کا درجہ رکھتی ہے۔ موجودہ دقیانوسی مذہبی باتوں کا یہ تنقیدی مطالعہ ہمارے یہاں کے لوگوں کو کنٹرول کرنے میں مددگار ہوسکتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے موجودہ تحقیق جو ثابت شدہ دلائل پر مبنی ہے، کی عظمت بہت زیادہ ہے۔

جوگندر کمار سنہا
بی اے (آنرس) ایم۔ اے
(سائیکالوجی) ریسرچ فیلڈ
الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد

انوگرہ پوری کالونی
گیا، بہار۔
22-5-1970

(12)

پنڈت وید پرکاش جی اپادھیائے نے وید، قرآن اور بائبل کے عظیم عالم ہونے کی وجہ سے جو علم ہندو، مسلمان اور عیسائی بھائیوں کو دیا ہے، اس سے لوگ اپنے دل کے شک کو آسانی سے دور کر سکنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس تحقیقی کتاب کے ذریعہ آپ نے ہر مذہب کے فرق کو اچھی طرح سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ میری رائے میں یہ تحقیق ہر مذہب کے ماننے والوں کے شک کو دور کر کے ایک راستے پر لا سکے گی۔

گیانیندر موہن ایم۔ اے
روہٹا، جونپور (یو۔ پی)
22-5-1970

(13)

حاضر تحقیقی کتاب ''نراشنس'' اور ''انتم رشی'' (محمد ﷺ اور آخری نبی ﷺ) جو ویدوں کے عالم پنڈت وید پرکاش اپادھیائے کے ذریعہ لکھی گئی ہے، تاریخ اور دینیات کے نقطہ نظر سے انتہائی اہم ہے۔ حالانکہ یہ کتاب ایسی انقلابی کتاب ہے جس سے کنوئیں کے مینڈک (تنگ نظر) اور دقیانوسی لوگوں کی اندرونی کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ لیکن دنیا کے مذہبی اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہندو، مسلمان اور دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے باہم جھگڑوں کے درخت کو یہ تحقیقی تلوار کاٹ کر اسے اپنے رہنمائی کے روپ والے ہتھیار سے جڑ سے ختم کر دے گی۔ میری خدا سے یہی دعا ہے کہ لوگوں کے اتحاد کے لیے پنڈت جی کی کوششیں کامیاب ہوں اور سبھی مذاہب والے لوگ سارسوت ویدانت سنگھ کے اصولوں سے مستفید ہوں۔

رمیش کمار جایسوال ''سارسوت'' 23-5-1970

سیکرٹری سارسوت ویدانت پرکاش سنگھ

خلدآباد، الہ آباد (یو۔پی)

(14)

پنڈت وید پرکاش جی اپادھیائے کے ذریعہ لکھی گئی ''نراشنس'' اور ''انتم رشی'' (محمد ﷺ اور آخری نبی ﷺ) تحقیقی کتاب کو پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مستقبل میں یہ سماج کو امرت کے مانند پھل دے گی۔ میں ان کے لیے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ انہیں اپنے اس راستے میں کامیابی عطا کرے جس سے ملک کی فلاح و بہبود ممکن ہو سکے۔

پنڈت شوپندر ناتھ جھا

سیکرٹری سارسوت ویدانت پرکاش سنگھ

کنہولیڈ دربھنگا (بہار)

24-5-1970

سوالات

23 مئی 1970ء

جناب عالی!

ابھی ابھی مجھے آپ کی دو کتابیں ''ویدوں اور پرانوں (مذہبی کتاب) کی بنیاد پر مذہبی اتحاد کی روشنی'' اور ''کلکی اوتار اور محمد ﷺ صاحب'' پڑھنے کا موقع ملا۔ بلاشبہ آپ کا یہ تحقیقی کام بالکل انوکھا اور قابل تعریف ہے۔ اسلام کا یہ کہنا ہے کہ وہ کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ

قدیم مذہب کا ہی نئے روپ سے قیام ہے جو ہمیشہ اور ہر جگہ سچ ثابت ہوتا ہے۔

آپ کی کتابوں کو پڑھنے کے بعد میرے دل میں کچھ فطری شکوک وشبہات پیدا ہو گئے ہیں، جن کا میں آپ سے حل چاہتا ہوں۔ وجہ، آپ کی کچھ باتیں اسلام کی تعلیمات سے میل نہیں کھاتیں۔ امید ہے کہ آپ جواب دینے کی مہربانی کریں گے۔

میرے شکوک مندرجہ ذیل ہیں:

(1) اسلام (قرآن) کے مطابق ''آدمؑ'' ہی سب سے پہلے انسان ہیں۔ ان سے پہلے اس زمین پر یا جنت میں انسان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ خدا نے انہیں چکنی مٹی سے بنایا۔ پھر اس میں روح پھونکی۔ پھر ان کی بیوی ''حوا'' کی پیدائش ہوئی۔ پھر ان دونوں کو شیطان کی بات میں آکر خدا کا حکم توڑنے کے نتیجے میں زمین پر اتار دیا گیا۔ آج اس زمین پر جتنے بھی آدمی بستے ہیں، سب آدمؑ ہی کی اولاد ہیں۔

لیکن آپ لکھتے ہیں کہ ''بھوشیہ پران'' پرتی سرگ پرو میں بیاس جی مستقبل میں ہونے والی کہانی (حالات) کو آدمؑ سے شروع کرتے ہیں۔ اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ''پران آدم سے پہلے کے ٹھہرے'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدمؑ پہلے انسان نہیں تھے تو آپ کے مطابق پہلا آدمی یا انسان کون ہے؟ بیاس جی کس کی اولاد ہیں؟

(2) ہندو لوگ اکثر ''آناریوں'' کے لیے ''ملیچھ'' لفظ کا استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے بھی آدمؑ کی اولاد کے لیے ''ملیچھ'' لفظ کا استعمال کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ''آریہ'' ''آدمؑ'' کی اولاد نہیں تھے تو پھر وہ کس کی اولاد ہیں؟

(3) آپ کے مطابق زمانہ آدمؑ سے پہلے کا کردار دیوؤں اور راکشوں کا کردار ہے جس پر آدمی کی عقل نہیں ٹھہرتی اور ان دیو، کرداروں (رام، ہنومان، شنکر اور کرشن وغیرہ کے کرداروں) میں انسان کی عقل ناہموار دکھائی دیتی ہے۔ جب کہ دیو اور اسروں کے لیے ایسے کردار سب جگہ ممکن ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ رام وغیرہ انسان نہیں تھے۔ پھر وہ کیا تھے؟ دیوؤں سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ انسان دیوؤں کو کیوں مانیں اور ان کی پیروی کیوں کریں؟

(4) آپ لکھتے ہیں ''وید سب سے قدیم اور دنیا کے سب سے پہلے صحیفے'' ان کے بعد براہمن، آرنیک، اپ نشد اور پرانوں کا شمار ہوتا ہے؟ چلیے ہم یہ مان لیتے ہیں کیونکہ اس میں کوئی

نقصان نہیں ہے۔لیکن یہ کیسے مان لیں کہ ''یہ کتابیں حضرت آدمؑ سے قبل دیورشیوں کے ذریعے لکھی گئی تھیں'' کیونکہ پھر وہی سوال اٹھتا ہے کہ حضرت آدمؑ پہلے انسان تھے یا نہیں۔

(5) آپ دیورشی نارد کو بھکتی سوتر کا مصنف مانتے ہیں۔ جو آپ کے مطابق حضرت آدمؑ سے پہلے کے ٹھہرے تو کیا نارد منی انسان نہیں تھے؟ مستقبل میں آدمؑ کی اولادوں کا زمین پر قبضہ ہوگا؟ یہ معلوم کر کے جو اٹھاسی ہزار رشی پہاڑوں پر چلے گئے تھے، وہ کون تھے؟

(6) آپ نے وید، بائبل اور قرآن کو ایک ہی قطار میں کھڑا کیا ہے جو فطری بھی ہے۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ رشی، اوتار وغیرہ بھی (یعنی بیاس جی، نارد منی، رام، کرشن وغیرہ) ویسے ہی انسان تھے جیسے رسول، نبی وغیرہ (یعنی عیسیٰ مسیح، محمد ﷺ صاحب وغیرہ) انسان تھے۔ اگر یہ سچ ہے تو رشی، منی وغیرہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کے ہو ہی نہیں سکتے کیا اس ضمن میں اپنے خیالات واضح کرنے کی زحمت نہ کریں گے؟

(7) آپ نیوح (نوحؑ) کو آدمؑ کی اولاد مانتے ہیں، پھر لکھتے ہیں کہ نیوحؑ کے زمانے میں جو سیلاب آیا تھا، اس سے سارا بھارت پانی میں ڈوب گیا اور چار سمندر مل گئے اور زیادہ وسیع ہو گئے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ بھارت کے رہنے والے بھی آدمؑ ہی کی اولاد ہیں اور آریہ آدم سے قبل ہو ہی نہیں سکتے۔

(8) آپ لکھتے ہیں کہ محمد ﷺ صاحب سے ملنے کے بعد راجا بھوج کا عقیدہ ملیچھ مذہب پر ہو گیا اور پھر ''شب میں کوئی ملک پیشاچ جسم میں مجسم ہو کر راجا بھوج سے بولا کہ اے راجن! حالانکہ تمہارا آریہ مذہب سبھی مذاہب سے افضل ہے، پھر بھی اسی مذہب کو پیشاچ مذہب کے نام سے خدا کے حکم سے قائم کروں گا۔ ختنہ کیا ہوا، بغیر چوٹی کے ڈاڑھی رکھنے والا، اونچی بات کہنے والا (اذان دینے والا) میرا خاص آدمی ہوگا۔ حلال جانوروں کو کھانے والا، کشوں سے جیسے رسم ہوتی ہے، ویسے ہی اس کی موسل سے رسم ہوگی، اسی سے مسلمان قوم خراب مذاہب پر الزام لگائے گی۔ ایسا میرے ذریعے کیا گیا پیشاچ مذہب ہوگا۔''

مندرجہ بالا مثال میں نشان زدہ الفاظ قابل اعتراض ہیں۔ ''پیشاچ مذہب سے آپ کی کیا مراد ہے؟'' ''موسل سے رسم ہونے کی وجہ سے ''مسلمان'' نام پڑا، یہ نہ ہی منطق کے مطابق ہے اور نہ ہی حقیقت سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ''مسلمان'' لفظ فارسی ہے، عربی نہیں، یعنی یہ لفظ قرآنی زبان کا نہیں ہے قرآن میں جو لفظ

استعمال ہوا ہے وہ ''مسلم'' ہے جس کا مطلب خدا کے لیے خود سپردگی کرنے والا ہے۔ ''مسلم'' لفظ بنا ہے ''اسلام'' سے، جس کا مطلب ''خود سپردگی'' ہے۔

(9) آپ محمد ﷺ صاحب کو آخری اوتار مانتے ہیں اور قرآن کو خدا کی آواز۔ کیا صرف مان لینا ہی کافی ہے؟ کیا قرآن اور نبی کے احکامات پر عمل ضروری نہیں؟ اگر محمد ﷺ صاحب آخری نبی یا آخری اوتار ہیں تو قرآن آخری خدائی کتاب ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب کسی معاملے پر ودھان سبھائیں (پارلیمنٹ) یا سنسد (سینٹ) کوئی نیا قانون پاس کرتے ہیں تو اس مضمون پر پرانا قانون رد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن خدا کا نیا قانون ہے جو پچھلی سبھی کتابوں کو رد کر دیتا ہے حالانکہ وہ بھی خدائی کتب ہیں (دیکھیے قرآن سورہ توبہ آیت 33۔ پھر آپ تو یہ بھی مانتے ہیں کہ پچھلے نبی یا اوتار ہر ایک کسی نہ کسی خاص مقام کے لیے الگ الگ آیا کرتے تھے لیکن آخری اوتار تو ساری دنیا کے لیے آیا ہے۔ لہٰذا قرآن اور محمد ﷺ صاحب کے احکامات کا ماننا اور اس پر عمل کرنا تمام دنیا کے لوگوں پر فرض ہے۔ کیا آپ مجھ سے متفق ہیں؟

(10) آپ کی کتابوں کو پڑھنے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ مورتی پوجا کو نہیں مانتے، کیونکہ مورتی پوجا ویدوں کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ پھر آپ کا یہ کہنا (قول) کہ بھارت میں پچھتر فیصد (75) ''آستک'' یعنی مسلمان اور پچیس فیصد (25) ''ناستک'' (کافر) ہیں۔ کیسے مان لیں؟ کیا آپ کے خیال میں بھارت کے پچھتر فیصد عوام مورتی پوجا نہیں کرتے؟ کیا انسان صرف خدا کے وجود کو مان لینے سے ہی ''آستک'' (مسلمان) ہو جاتا ہے؟ خدا کے احکامات پر عمل کرنا ضروری نہیں؟

آپ جلد جواب دینے کی مہربانی کریں گے، ایسی امید ہے۔ آپ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ آپ پر یا ہندو مذہب پر الزام تراشی یا نکتہ چینی کر رہا ہوں۔ میں تو صرف اپنے شکوک وشبہات دور کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارا تو قرآن کی اس بات پر یقین ہے کہ ''دین میں جبر نہیں ہے'' (قرآن سورہ بقرہ، آیت 25)

بخدمت جناب	خیر اندیش
پنڈت وید پرکاش اپادھیائے	ایم۔ پی۔ عبدالرحیم
پریاک (الہ آباد)	16 کوٹھادادرم

نگر، نارائن۔ پلے اسٹریٹ کراس۔ بنگلور نمبر 1

جوابات

پنڈت وید پرکاش اپادھیائے
ڈائریکٹر، سارسوت ویدانت پرکاش سنگھ
الہ آباد
26-5-1970
پیارے دوست!

آپ کے خط کو موصول کر کے دلی خوشی ہوئی۔ میری کتابوں کو پڑھنے سے آپ کے دل میں شکوک وشبہات کا پیدا ہونا درست ہے کیونکہ تحقیقی باتوں کا علم کچھ جدید معلوم ہونے کی وجہ سے شکوک کا فطری طور سے پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ میری تحقیق پرانوں کے حالات و واقعات پر مبنی ہے۔ میری نظر چونکہ ویدک ہے، اسلامی نہیں اس لیے فطری بات ہے کہ کہیں کہیں اصولوں میں کچھ فرق ہو۔ پرانوں میں دستیاب آدمؑ سے متعلق داستان بھی پانڈو پیول (پانڈو کی عبارت) میں برابر (یکساں) ہی ہے۔ آپ کا پہلا شک کہ آدمؑ ہی سب سے پہلے انسان ہیں اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ آدمؑ سے قبل منو تھے۔ کیونکہ مانو (آدمی) کا مطلب ہوتا ہے، منو کے سماج یا رہن سہن میں پیدا ہونے والا شخص۔ اگر یہ کہا جائے کہ آدمؑ ہی سب سے پہلے آدمی ہیں تو بھی نامناسب ہے، کیونکہ آدمؑ کے رسم و رواج (پرمپرا) میں پرورتی کو آدمی کہا جاتا ہے۔ آپ کی اس رائے کے ہم مخالف نہیں کہ ہم سب آدمی ہیں۔ لیکن اتنا (یہ) بھی یاد رہے کہ دیو اور راکشس بھی ہم لوگوں کی شکل میں یا بناوٹ میں ہم لوگوں کے ساتھ رہتے ہیں جو ماورائی خاصیت سے پر ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ آدمی نہیں ہیں مختلف دلائل کی بناء پر وہ آدمؑ سے پہلے کے ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا آدمؑ سے پہلے تصنیف شدہ پرانوں کا کرنے والا آپ آدمی کو ہی کیوں سمجھتے ہیں؟ پہلے لکھنے کے آرٹ کی کمی تھی، اس لیے سن کر ہی شلوکوں کو یاد کیا جاتا تھا۔ اسی بناء پر ویدوں کو بنیادی طور پر ''شرتی'' بھی کہا جاتا ہے۔ اٹھارہ پرانوں اور ''مہابھارت'' کے مصنف وید بیاس آدمؑ سے قبل تھے جنہیں دیو ہی کہا جانا مناسب ہے، کیونکہ ان کے کام کسی آدمی کے کام نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اس سے قبل دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی آپ سمجھ سکتے ہیں۔ ''ہندو لوگ اناریوں (جو آریہ نہیں ہیں) کو اکثر ''ملیچھ'' کہتے ہیں۔'' ایسے ''اکثر استعمال'' اور غیر سنجیدہ انداز کی باتوں کو آپ ثبوت کے طور پر کیوں لیتے ہیں یا کیوں مانتے ہیں؟ دنیا کا ہر

شخص آدمؑ کی اولاد ہے۔ آدمؑ سے پہلے زمین پر کون لوگ رہتے تھے اور ان کے کیا کام تھے، اس بات کو آپ قرآن کی تفسیر عزیزی میں سورہ جن کے بیان میں دیکھیں۔ قرآن کے مطابق دنیا میں آدمؑ سے پہلے جن رہتے تھے، جن میں اچھے لوگ دیو اور برے لوگ راکشس کہے جاتے تھے۔ حضرت آدمؑ کا زمانہ دواپر کا آخری زمانہ ہے اور رام، ہنومان وغیرہ کا زمانہ تریتا (زمانے کا نام) تھا۔ کرشن کا دواپر (زمانے کا نام) کا شروع کا زمانہ اور درمیان کا زمانہ تھا۔ اس لیے ظاہر ہے کہ رام وغیرہ حضرت آدمؑ سے پہلے کے ہیں۔ آدمؑ سے پہلے 88 ہزار رشی جو پہاڑوں میں چلے گئے تھے، وہ جن تھے۔ دیوؤں کی پیروی انسان کیوں کرے؟ آپ کے اس سوال کے جواب میں میرا خیال ہے کہ انسان کو ہر ایک کی اچھائیوں کی پیروی کرنی چاہیئے۔ حضرت آدمؑ سے ماقبل دیوؤں اور اسروں (اچھے اور برے) کے لیے بھی معمول کے کاموں کا قانون یا اصول تھا۔ ''پشاچ'' کا مطلب گوشت خور ہوتا ہے۔ پشاچ مذہب، وہ مذہب جس میں گوشت خوری کی اجازت ہو۔ موسل، موسن ذکر یا اعضائے تناسل کے اگلے حصے کا کاٹ دینا ہی موسلہ (مس، اعضائے تناسل کے اگلے حصے کا چمڑا ''اسے کاٹنے والا اوزار موسل)۔ ''مسلمان'' پرانوں میں آیا ہوا لفظ ہے۔ اس لیے ہم اسے سنسکرت کا ہی مانیں گے۔ قرآن اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ ثبوت۔ سورہ بقرہ، آیت 4۔ بھارتی زبان میں نام رکھ کر اسلام کو ہندو مذہب کی زبان میں اشاعت کرنا مسلمانوں کا کام ہے۔ ہندو تو قرآن جانتے ہی نہیں۔ چنانچہ یہ ذمہ داری مسلمانوں کی ہے۔ عربی میں نام رکھنے والے مسلمانوں میں کثیر تعداد قبروں کو پوجتی ہے۔ اسی طرح ہندو بتوں کو پوجتے ہیں۔ آستک (مسلمان) تو وہ ہے جو خدا کے احکامات کو بھی مانے۔ آستک، مسلمان، ناسک، کافر، مشرک، سورگ، جنگ، نرک، جہنم، ایشور، اللہ، اوتار یا رشی، رسول یا نبی، تیرتھ یاترا، حج، آستھا، ایمان، دان، زکوٰۃ، سندھیا، صلوٰۃ یا نماز، برت، صوم یا صلوٰۃ، مہاپرلے، قیامت، پنرجنم، بعث، پنرجیون، آخرت۔ مسلمانوں سے میری گزارش ہے کہ وہ اسلامی الفاظ کو سنسکرت کے ذریعہ سے واضح کریں۔ کچھ لفظ اوپر درج کیے گئے ہیں۔

وید پرکاش اپادھیائے

۱۱ ستمبر ۲۰۰۷ء

کتاب کو پڑھنے کے بعد یہ بات شدت کے ساتھ محسوس ہوئی کہ
یہ سب غلط مسلمانوں کو اپنے دین سے گمراہ کرنے کی ایک سازش ہے جس
میں مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک ہی مذہب میں داخل کرنے کی بلکہ میں تو
یہ کہوں گا کہ ہندو مذہب میں داخل کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔
لیکن میرے مولا کا احسان ہے کہ مسلمان علماء نے ان کے دلائل کو
لے کر ان ہی کا رد فرمایا ہے۔ عاجز خاکپائے فقرا ابو محمد سلیم شہزاد نقشبندی

حصہ دوم

کلکی اوتار اور حضرت محمد ﷺ صاحب

ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے

تمہید

اس تحقیقی کتاب میں قدیم ہندوستانی روایتوں اور اسلامی روایتوں کی یک رنگی کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسلامی روایتوں میں جو مقام رسولوں، نبیوں یا پیغمبروں کا ہے وہی مقام بھارتی تہذیب میں اوتاروں کا ہے۔

مسلمان (حضرت) محمد ﷺ صاحب کو آخری پیغمبر مانتے ہیں اور بھارتی روایتیں ''کلکی'' کو آخری اوتار مانتے ہیں۔ غیر ملکوں میں صرف پیغمبر آتے ہیں اور ہندوستان میں صرف اوتار ہی آتے ہوں یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ تمام کرۂ ارض خدا کا ہے۔ اس لیے اس میں تفریق کا سوال ہی نہیں ہے۔ تمام ممالک کے اخلاقی ادب میں انہی ممالک کی عظمتوں کی خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ اس طرح کوئی بھی ملک اپنے کو نیچا یا کمتر نہیں کہے گا۔ پیغمبر صرف عرب میں ہی آئے، بھارت میں نہیں، یہ بھی یکطرفہ خیال ہے اور اوتار صرف بھارت میں ہی ہوئے، غیر ملکوں میں نہیں، یہ بھی یکطرفہ دعویٰ ہے۔

(حضرت) محمد ﷺ صاحب آخری پیغمبر ہیں۔ یہ جان کر مجھے پرانوں میں کلکی کے متعلق مندرج کردار کو پڑھنے کی خواہش ہوئی۔ بھارتی روایتوں کے مطابق کل یگ کے کچھ سال گزر چکے ہیں۔ ان میں کلکی اوتار کے دور میں جو کچھ واقعات گزر گئے اور بعد کے کل یگ میں جو کچھ گزرنا ہے، ان کا موازنہ میں نے (حضرت) محمد صاحب کے دورِ زندگی سے کیا تو مجھے بہت سی مماثلت نظر آئی۔ تھوڑا بہت کہیں کچھ فرق نظر آیا۔ وہ ایسے ہی جیسے رام کے کردار میں نظر پڑتا ہے۔ مگر اس کا حل یہ کہہ کر کر دیتے ہیں کہ ''ہری اننت، ہری کتھا اننتا'' یعنی بھگوان یا اوتار لازوال ہے اور اس کی کہانیاں بھی لامحدود۔ مگر میں کلکی اوتار کو کتھا اس لیے نہیں کہنا چاہتا کیونکہ ''کتھا گزرے واردات کی سچائی کا کچھ نہ کچھ بدلا ہوا عکس'' کے

اصول کے تحت علامت سمجھنا ہی بہتر ہے۔

ایٹم (Atom) کے دھماکہ سے جو تباہ کاری ممکن ہے، اس کا فیصلہ مذہبی خیالات کی یک رنگی سے ہو جاتا ہے۔ پانی میں رہ کر مگر مچھ سے دشمنی مناسب نہیں۔ اس لیے میں نے جستجو کی جو مذہبی ہم آہنگی کی بنیاد ہے۔ امید ہے کہ قومی ہم آہنگی کے ہمدردوں کو اس تحقیق پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اگر ہوگا تو نالائق لوگوں کو۔ اگر وہ کنویں سے باہر نکل کر دیکھیں تو ان کے کنوؤں کو ہی دنیا ماننے کا جذبہ بطور ذلیل نظر آئے گا۔ خدا کی اجازت سے خدا کے احکامات کی تبلیغ ہو، اسی خیال کے تحت اس طرح کے تحقیقی کاموں میں میں نے ہاتھ ڈالا ہے۔

اس سے قبل کسی نے اس موضوع پر کام کیا ہے یا نہیں، صاف طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر ''سرورِ عالم'' [1] کے مصنف نے اتنا اشارہ کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ صاحب اور کلکی ایک ہی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے ان تحقیقی مضامین کا خیر مقدم ہوگا۔ ملک میں بھی اور ملک سے باہر بھی کیونکہ یہ کتاب خدا کی مدد سے لکھی گئی ہے کیونکہ اس میں جو مدلل باتیں بیان کی گئی ہیں وہ میرے خود ساختہ خیالات کی پیداوار نہیں ہیں۔ یا تو یہ ویدوں اور پرانوں کی باتیں ہیں یا خدا کی طرف سے ودیعت میرے دل کی باتیں ہیں۔

مجھے مکمل یقین ہے کہ اس تحقیقی کتاب کے مطالعہ سے صرف ہندوستانی سماج میں ہی نہیں بلکہ روئے زمین پر یکجہتی کی لہر دوڑ جائے گی اور مذہب کے نام پر ہونے والی مخاصمت ٹھنڈی پڑ جائے گی۔ اگر لوگوں نے عقل سلیم سے کام لیا تو آپس میں ایک دوسرے کے تہواروں میں شامل ہو کر خود یکجہتی کی علامت بن جائیں گے۔ نام سے کوئی ہندو، مسلم یا عیسائی نہیں بنتا ہے۔ اگر سراج الحق کو ستیہ دیپ، عبداللہ کو رام داس یا رام ایش اور عبدالرحمان کو بھگوان داس کہوں گا تو وہ برا نہیں مانیں گے۔ کیونکہ ان کے ناموں کا سنسکرت ترجمہ یہی ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو میرے نام کا عربی ترجمہ نور الہدیٰ بھی کر سکتے ہیں۔ اللہ سے میری یہی دعا ہے کہ سبھی طبقات میں خصوصی طور پر ہندوؤں اور مسلمانوں میں مکمل میل جول ہو جائے اور میرا یہ تحقیقی مضمون لوگوں میں نیک خیالات کا آغاز ثابت ہو۔ دنیا میں بھائی

---

[1] سرورِ عالم مصنف محمد مسلم۔ پبلشر جید پریس، کشن گنج دہلی، ستمبر ۱۹۶۰ء

چارے کی فضا قائم ہواوراس طرح سبھی لوگوں کی فلاح ممکن ہو سکے۔کلکی اور حضرت محمدﷺ صاحب کے تقابلی مطالعہ کو پڑھ کرکہیں لوگوں میں یہ شبہ نہ پیدا ہونے لگے کہ حضرت محمدﷺ صاحب کے کردار کا سہارا لے کرلوگوں نے کلکی کا متوقع قصہ بنا ڈالا ہے۔اس لیے میں نے جن سناتن دھرم کی کتب کا حوالہ دیا ہےان میں پرانوں کے لکھنے کے وقت کواندرونی و بیرونی مثالوں سے ثابت کرر ہا ہوں۔کیونکہ پرانوں کے لکھنے کے وقت کے تعین کے بارے میں میں کوئی بھی مصنف حتمی نتیجہ پرنہیں پہنچا۔یہی وجہ ہے کہ مغربی مورخین نے ان کے منبع اوراپنشدوں، پرانوں وغیرہ کے وقت کا تعین کرتے ہوئے جگہ جگہ پر شاید لفظ کا استعمال بہت زیادہ کیا ہے جو ان کے نتیجہ پر پہنچنے میں شبہات کا مظہر ہے۔سب سے پہلے میں ان مغربی مورخین کے کیا خیالات ہیں'' کا ذکر کر کے وقت کا تعین کروں گا پھر نفسِ مضمون کی شروعات کروں گا۔

''ایل ڈبلیو لینگر کے مطابق پرانوں کا وقت 400ء[1] ہے جبکہ ان کے مطابق رامائن اور مہا بھارت کی تخلیق دوعیسوی قبل مسیح کی ہے۔[2] لینگر کے مندرجہ بالا تصنیف میں حسب ذیل شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

(i) رامائن کے تخلیق کار بالمیک اور مہا بھارت کے خالق بیاس کا ہم زمانہ ہونا رامائن اور مہا بھارت کا ایک ہی دور میں ہونے سے ثابت ہوتا ہے جونہایت غلط ہے۔کیونکہ شاعر اعظم بالمیک ، بیاس جی کے ہم عصر کبھی نہیں ہو سکتے۔کیونکہ بالمیک رام کے دور میں تھے جیسا کہ رام کے ذریعہ ستیا کو گھر سے نکال دینے کے بعد ستیا کی حفاظت کا کام بالمیک ہی اپنے آشرم میں کرتے ہیں۔اتنا ہی نہیں بلکہ اپنے اعلیٰ شاعری کی تکمیل بھی وہ آشرم میں ہی کرتے ہیں۔

(ii) رام کی زندگی کے واقعات تریتا یگ کے ہیں اس لیے بالمیک کے ذریعہ رامائن کی تخلیق تریتا یگ میں ہی ممکن ہے اور دواپر یگ میں بیاس کے ذریعہ مہا بھارت کی تخلیق۔

---

1 Puranas (dis-ordered geneologies of beings compounded with legends put in present form, fourth century A.D. and later - Encyclopedia of World History - By W.L. Langer Page-43.)

2 The Mahabhart and Epic poems composed by several generations of bards seems to have taken form about the second century B.C. although probably revised early in our era. Encyclopedia. of World History by W.L. Langer Page 42.

(iii) شکراج کی حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات ہونا بھوشیہ پران سے ثابت ہوتا ہے اور وہ شکراچ بکر مادتیہ کا شاگرد خاص تھا۔اس طرح بکر مادتیہ کا وقت حضرت عیسیٰؑ سے قبل کا ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ بکر مادتیہ کے زمانہ میں رامائن، مہابھارت اور پران ہی عقائد کے ذرائع تھے۔

اس طرح ان تین وجوہات سے لینگر کا بیان غلط ثابت ہوتا ہے۔زبان کے لحاظ سے پران پالی کے مقابلے میں کافی پرانے ہیں کیونکہ وہ ادبی قواعد (Grammer) کی قید سے آزاد ہیں۔ان میں سنسکرت الفاظ کا استعمال عوامی انداز کا ہے۔جو ویدک اور عوامی سنسکرت کے زمانۂ وسطیٰ کا ہے۔لینگر کے مطابق پالی کا زمانہ 350 سے 300 قبل مسیح کا ہے۔[1] بدھ نے اپنے مذہب کی تبلیغ ''پالی'' زبان میں کی جو اس زمانہ کی بول چال کی زبان تھی۔ زبان کی ترقی پذیری کے باعث سنسکرت زبان بگڑ کر پالی۔ پالی سے پراکرت اور پراکرت کی مسخ شدہ شکل آج کی ہندی زبان ہے۔اٹھارہ پرانوں میں بھوشیہ پران سب سے زیادہ بھوشیہ یعنی مستقبل کی باتیں بتاتا ہے۔جبکہ بھگوت پران کے بارہویں باب کے دوسرے سبق میں کلکی کے پیدا ہونے کی پیشین گوئی کی گئی ہے اور ان کی خصوصیت بھی بیان کی گئی ہے۔اس کے پہلے باب میں بھی چوبیس اوتاروں کے آمد کی جو اطلاع دی گئی ہے ان میں بھی کلکی کو آخری اوتار مانا گیا ہے۔بھوشیہ پران میں بیاس جی نے مستقبل میں ہونے والے واقعات کو حضرت آدمؑ سے شروع کیا ہے کہ اے قلب! مستقبل میں ہونے والے ''شوت جی'' کے ذریعہ بیان کردہ کل یگ کی مکمل کہانی سن کر اطمینان حاصل کرو۔[2] اس کا مطلب ہے کہ پران آدم سے بھی پہلے کے ہیں۔دواپریگ کے ختم ہونے میں دوہزار دوصد اور آٹھ برس باقی رہ گئے تھے تو آدم کی پیدائش ہوئی تھی۔[3] کل یگ کو جاری رہتے ہوئے پانچ ہزار اور ستر برس ہو رہے ہیں، اس طرح حضرت آدم کو آج 2208 + 5070 = 7278 سال ہو رہے ہیں۔اس وقت تحریر کا آرٹ رائج ہی نہیں ہوا تھا، اس لیے اشلوکوں کو زبانی یاد رکھنا پڑتا تھا۔(حضرت) نوح کے وقت میں

---

1. Panini (350-300 BC) Encylopedia of World History by W.A. Langer Page - 42)

2. بھوشیہ پران، پرتی سرگ موضوع، پہلا سبق، چوتھا باب، اشلوک نمبر 25
3. ایضاً " " "

سنسکرت زبان کا زوال ہونے لگا۔ کیونکہ وشنو نے خوش ہوکر سنسکرت زبان کو مردود قرار دے کر نوح کے حوالے کر دیا اور اس زبان کا نام ''ملیچھ'' زبان رکھا گیا۔[1]

(حضرت) نوحؑ کے تین بیٹے ہوئے۔ سم، ہام، یا کوت۔[2] یہاں سے زبان کئی حصوں میں تقسیم ہوئی۔ سم سے سیمیٹک، ہام سے ہیمیٹک۔

(حضرت) آدمؑ سے پہلے یعنی پرانوں کے دور میں یا سات ہزار دوصد اٹھتر سال پہلے چار وَرن یعنی ذاتیں تھیں۔ مگر وہ خصوصیت اور عمل کے لحاظ سے تھا۔ جبکہ واقعتاً یہ ذاتیں نہیں تھیں۔ شُدر برہمن بن جاتا تھا اور برہمن شودر۔[3] جب انسانوں کا پالن ہار ایک خدا ہے تو ذات پات کا بھید بھاؤ ہو ہی نہیں سکتا۔ چلنے پھرنے کا عمل، جسم، دکھ سکھ، بال، گوشت، معدہ، جسمانی بناوٹ اور حس کے لحاظ سے سبھی انسان برابر ہیں تو پھر آدمیوں میں ذات برادری کے لحاظ سے چار حصے کیسے ہو سکتے ہیں۔ (ایضاً)

رگ وید میں جو چار نام برہمن، چھتریہ، ویشیہ اور شودر آئے ہیں، ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ذات برادری کی طرف اشارہ کر رہے ہیں بلکہ ان کا مطلب خاصیت اور عمل کی بنیاد پر قوم کے چار طبقے ہیں۔[4] ان چار طبقات کے جس عمل کو جو کوئی چاہتا اپنی پسند کے مطابق اپنالیتا۔

اب میں خدا کا نام لے کر آخری اوتار کا تفصیلی بیان کروں گا۔ جس کے لیے مجھے عالم بے بدل پروفیسر سرسوتی پرشاد چترویدی، سابق صدر سنسکرت ڈیپارٹمنٹ، پریاگ یونیورسٹی اور 1008 سوامی شری رامانند سرسوتی نے حکم دیا ہے۔ اس کے لیے میں ان دونوں عالموں کا مشکور ہوں۔

مصنف

پنڈت وید پرکاش اپادھیائے

ایم۔اے (سنسکرت وید)

---

[1] بھوشیہ پران پرتی سرگ موضوع، پہلا سبق، پانچواں باب

[2] ایضاً " " "

[3] بھوشیہ پران، باب برھمیہ، سبق چالیس۔

[4] رگ وید: ۱۰۔۶۰-۱۹، اتھروید: ۱۹-۶-۶

ریسرچ اسکالر، سنسکرت ڈیپارٹمنٹ،
پریاگ یونیورسٹی

''اوتار کا مطلب''

اوتار لفظ کا مطلب ہے کہ ''زمین پر آنا'' ''ایشور کے اوتار'' لفظ کا مطلب ہے کہ سب کو پیغام دینے والی روح عظیم کا تولد ہونا۔ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ کسی خاص جگہ میں اس کا رہنا اور وہاں سے اس کا کہیں آنا جانا کہنے سے اس لامحدود کو محدود کر دینا ہے۔ کہیں تو اس کا جاہ و جلال خاص طور سے نظر آتا ہے اور کہیں ظاہراً محسوس نہیں ہوتا۔ جیسے کہر زدہ آفتاب کی روشنی کم ضرور نظر آتی ہے مگر اس کا مطلب سورج کی روشنی کا کم ہونا نہیں ہے بلکہ اوپر کی سات دنیاؤں میں سب سے اوپر کی دنیا (یعنی ساتویں آسمان) میں خدا کا وجود ہونا ہے۔ جہاں نہ سورج چمکتا ہے اور نہ چاند یا تاروں کے ہی درشن ہوتے ہیں۔[1] وہاں پر خدا کا اتنا نور پھیلا ہوا ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی اس کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہے۔ جس طرح آفتاب کی روشنی سے سبھی سیارے منور ہوتے ہیں، اسی طرح اس خدائے واحد کے نور سے سبھی منور ہوتے ہیں۔ اسی خدا سے متعلق یعنی اس کا کوئی محبوب لوگوں کی فلاح کیلئے سرزمین پر اترتا ہے یا دنیا میں موجود لوگوں میں سے نرم دل اور بہترین سیرت کے کسی ایک انسان میں علم بھر دیا جاتا ہے اور اسے خدا کے نور کا جلوہ دکھا دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بغیر تعلیم حاصل کیے ہوئے ہی اس کو عظیم ترین علم عطا ہو جاتا ہے۔

''ایشور کا اوتار'' کے الفظ میں ''کا'' لفظ کا تعلق فاعل کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ظاہر ہی ہے کہ ایشور سے متعلق شخص کا ظاہر ہونا ہے۔ ایشور سے متعلق کون ہے؟ اس سے متعلق وہی ہے جو اس کا سب سے زیادعبادت گزار ہے۔ رگ وید میں ایسے شخص کو ''کری'' کہا گیا ہے۔ کری لفظ کا ہندی میں مطلب خدا کا تعریف کرنے والا اور عربی میں احمد ہوتا ہے۔ شبہہ یہ ہوتا ہے کہ اس طرح تو جتنے بھی ایشور کے پرشنسک یا خدا کی تعریف کرنے والے ہیں ان سب کو احمد کہا جائے گا مگر ایسا نہیں ہے۔ آدمؑ بھی تو خدا کی تعریف کرنے والوں میں سے تھے مگر ان کا نام احمد نہیں ہوا۔ اس طرح خدا کی خاص یا بے حد تعریف کرنے

---

[1] نہ تتر سوریو بھاتی چندر تارکم.........سرو مندم و بھاتی۔ شیو متاشوتر و پنشد باب ۶ منتر ۱۴

وہ پرکرتی پہ ''احمد'' کا لفظ منطبق ہوا۔ اس طرح جس پر جس لفظ کا انطباق ہوتا ہے اسی کو اس لفظ سے پکارا جاتا ہے۔ مطلب یہ نکلا کہ ایشور سے تعلق رکھنے والا ہر شخص ''کری'' نہیں ہو سکتا۔ یہاں ہمیں صرف آخری اوتار کا بیان کرنا ہے نہ کہ پیغمبروں یا اوتاروں کی تاریخ لکھنی ہے۔ البتہ یہ ضروری خیال کرتا ہوں کہ اوتار[1] لفظ سنسکرت زبان میں، پیغمبر (Prophet) انگریزی زبان میں اور نبی عربی زبان میں دنیا کے نجات دہندوں کے لیے خصوصی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ہر ملک کیلئے الگ الگ اوتار ہوئے کیونکہ صرف ایک اوتار سے پوری دنیا کی فلاح و بہبود ناممکن ہے۔ مگر آخری اوتار کی تو بات ہی دوسری ہے۔ اس کا جب ورود مسعود ہوتا ہے تو اس کا مذہب دنیا کے تمام مذاہب پر چھا جاتا ہے۔ اب ہم اوتار کی آمد کی وجوہات پر غور کریں گے۔

اوتار کے بعثت کی وجوہات:

1- لوگوں کے برائیوں کی طرف رجحان اور مذہب کے اصلی یا صحیح ڈگر یا شکل سے دور ہو جانا۔[2]
2- اصلی مذہب میں ملاوٹ کر لینا یعنی اپنے مقاصد یا مطلب برآری کیلئے مذہب میں بدعت کو ملا لینا۔
3- مذہب کے نام پر بدی کرنا۔
4- مذہب سے لاعلم لوگوں میں بدی کا پرچار مذہب کے نام پر کرنا۔
5- خدا کے بندوں کو تکلیف دینا۔
6- گناہوں اور ظلم کا بڑھنا۔
7- قتل و غارت اور بدامنی کا پھیل جانا۔
8- اپنے اور اپنے خاندان کے مفاد کیلئے مذہب کو محدود کر لینا۔
9- قدرت کی طرف سے نازل کردہ نعمتوں کی غیر منصفانہ تقسیم۔[3]
10- سادھوؤں (نیک لوگوں) کی حفاظت کرنے کے لیے اور ظالموں کا قلع قمع کرنے کے لیے اوتار جنم

[1] ہندو مسلم ایکتا ... مصنف سندر لال جی صفحہ ۲۹-۳۰
[2] یدا یدا ہی دھرمسیہ گلانی ... سرجامیہم۔ گیتا
[3] ایشا واسیہ مدم سروم ... کسیہ سودھنم۔ یجر وید باب ۴۰ منترا

لیتا ہے [1]

11- جب مذہب ختم ہونے لگتا ہے تو اوتار آتا ہے۔

12- لوٹ مار اور طوائف الملوکی بڑھنے پر اوتار آتا ہے۔

13- زمانہ کے لحاظ سے لوگوں کی نفسیات اور رجحان دیکھ کر مذہب کے پرانے اصولوں کو نئی شکل دے کر ان سے عمل کرانے کے لیے۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر اوتار آتا ہے۔

"آخری اوتار کی وجوہات"

اوتاروں کی آمد کی وجوہات کے مختصر جائزے کے بعد اب ہم آپ کو آخری اوتار کی آمد سے متعارف کرانا چاہتے ہیں۔

1- ظلم کی حکمرانی: لوگوں میں ظلم کرنے کا رجحان، اپنی برتری کا گمان اور دوسروں کی جانوں کی پرواہ نہ کرنا، راجاؤں میں ظلم کا سرایت کرنا، ٹیکس کا بڑھا دینا، دین خالص پر عمل کرنے والوں پر پتھروں کی بارش۔

2- درختوں کا نہ پھولنا پھلنا: اگر پھول پھل آئیں بھی تو بہت کم آئیں۔

3- ندیوں میں پانی کی کمی۔

4- بدی کا بڑھنا: دوسروں کو مار کر ان کی دولت لوٹ لینا، زیادہ تر لڑکیوں کو مار کر زمین میں دفن کر دینا۔

5- ناہمواری کا دور دورہ: یکجہتی کا ختم ہو جانا، اونچ نیچ اور چھوت چھات وغیرہ کا بڑھنا۔

6- ایشور کو چھوڑ کر غیروں کو پوجنا: گو کہ تخلیق کا سلسلہ ایک ہی خدا کے ہاتھ ہے مگر اس کو چھوڑ کر دیگر دیوی دیوتاؤں کی پوجا، پیڑ پودوں اور پتھروں کو ہی بھگوان ماننے کا رجحان۔

7- بھلائی کی آڑ میں برائی: بھلائی کا یقین دلا کر کسی کو پھنسا لینا اور اس کا نقصان کرنا، اسی کو فریب و بغض کہتے ہیں۔

8- حسد، خودغرضی اور ظاہری ٹھاٹ باٹ کا پھیلاؤ: لوگوں میں ہمدردی کا کم ہو جانا،

---

[1] پرتر ایہ سادھونم.......... سمبھوامی یگے یگے۔ گیتا

آپس میں ایک دوسرے کو دشمنی کی نظر سے دیکھنا۔

9- ایشور میں عقیدت کا کم ہو جانا: لباس صرف دکھلاوے کے لیے ہو کہ وہ ایشور کے ماننے والے اور عقیدت والے ہیں۔

10- مذہب کے نام پر غیر مذہبی کام کرنا: مذہب سے تنفر اور لا مذہبیت سے لگاؤ۔

11- سادھوؤں کی حفاظت کیلئے آنا: سماج میں اچھے لوگوں کی درگت دیکھ کر ان کی حفاظت کیلئے آنا۔

12- خدا کے احکام کو نہ ماننے کا رجحان: لوگوں میں ویدوں سے عقیدت میں کمی اور اس کے احکام کو نہ ماننا۔

''آخری اوتار کے خصوصیات''

(1) اسپ سوار: پرانوں میں جہاں کہیں بھی آخری اوتار کا ذکر ہوا ہے۔ ان کی سواری ''اشو'' (Horse) یعنی گھوڑا ہی بتایا گیا ہے۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ وہ تیز چلنے والا ہوگا۔ گھوڑے کی خصوصیت میں ایک خاصیت کہ اس کا نام دیودت بتایا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ دیوتاؤں کے ذریعہ عطا کیا گیا۔ بھگوت پران ۱۲-۲-۱۹

(2) شمشیر زن: اسپ سوار ہونے کے علاوہ آخری اوتار کی دوسری خاصیت ''کھدگ دھاری'' یعنی شمشیر زن ہونا بتایا گیا ہے۔[1] ظالموں کا قتل عام آخری اوتار کے ذریعے ہوگا نہ کہ ایٹم بم وغیرہ کے ذریعے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ ایٹم بم کا زمانہ ہے نہ کہ تلوار کا۔ اوتار کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اپنا رہن سہن اور ہتھیار ملک، زمانہ اور کردار کے لحاظ سے اختیار کرتا ہے۔ وہ جس ذات یا طبقہ میں پیدا ہوتا ہے اسی کے مطابق اپنا رہن سہن رکھتا ہے۔

3- خصوصیات ہشتم: اس میں آٹھ سدھی (نمبر 1 قدرت یعنی آتما، نمبر 2 مہما۔ بہت بڑا بن جانے کی قدرت، نمبر 3 لگھی ما۔ ہلکا بن جانے کی قدرت، نمبر 4 پراپتی، جتنی دور کوئی چیز ہو، اس کو پا لینے کی قدرت، نمبر 5 پراکامیہ حسب منشا اپنا کام پورا کرنے

---

[1] اشو ماشوگما.........گڑانوت = بھگوت پران ۱۹-۹-۱۶ یعنی آٹھ عظمتوں اور خصوصیات سے مزین رہبر عالم دیوتاؤں کے ذریعے بخشے گئے تیز ترین گھوڑے پر چڑھ کر تلوار سے ظالموں کا صفایا کریں گے۔

کی قدرت، نمبر 6 ایشتوہ حکومت (ایشوریہ) رکھنے کی قدرت، نمبر 7 وشتوہ سب کو اپنے بس میں لانے کی قدرت، نمبر 8 کاماوساتیا جملہ خواہشاتِ دنیاوی کو پورا کرنے کی قدرت اور دیگر اچھی اچھی عادتوں کا سنگم ہوتا ہے۔

(4) جگت پتی یا رہبرِ عالم: یعنی سنسار کی حفاظت کرنے والا۔

(5) ظلم دشمن: آخری اوتار کی سب سے بڑی خصوصیت اور تعریف یہ ہے کہ وہ ظالموں کو نیست و نابود کرے گا[1] نہ کہ اچھے لوگوں کو۔

(6)- چار بھائیوں کی مدد اور اعانت سے مزین: آخری اوتار کے مددگار چار ہوں گے جو ہر طرح سے اس کی مدد کریں گے۔[2]

7- دیوتاؤں کے ذریعہ اس کی مدد: مذہب کی تبلیغ اور ظالموں کا قلع قمع کرنے میں اس کی مدد کرنے دیوتا بھی آسمان سے اتر آئیں گے۔

8- شیطان کا نفی کرنے والا: آخری اوتار شیطان کی شکست کا باعث بنے گا۔

(9) اپنی مثال آپ: آخری اوتار جسمانی طور پر اتنا عظیم ہوگا کہ اس کا کوئی مقابل نہ ہوگا اور نہ ان جیسا اور کوئی اوتار ہی ہوا ہوگا؟ [3]

(10)- بھگوت پران میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ راجاؤں کے بھیس میں چھپے ہوئے ظالموں کا خاتمہ کرے گا۔

(11)- شریر (بدن) سے شوگندہ (خوشبو) کا نکلنا: آخری اوتار کے جسم سے خوشبو نکلتی رہے گی جو ہوا میں مل کر روح کو معطر کرے گی۔ [4]

12- بہت بڑے سماج کا مبلغ بننا: آخری اوتار بہت بڑے سماج کا محسن ہوگا۔ نیکیوں سے مبرّا ظالموں کو مغلوب کر کے ان کو سیدھے راستے پر لائے گا۔

(13)- مادھو ماس کی دوارشی شکل کو پیدائش: آخری اوتار کا جنم شکل پکھ کی بارہویں تاریخ

---

[1] اوپر بیان کردہ تیسری، چوتھی اور پانچویں خصوصیات کے تیقن کیلئے دیکھیے بھگوت پران کا ۱۹-۹-۱۶

[2] چتر بھی بھراتر بھردیو .... کلکچھیم کلکہ پران باب ۱۲ اشلوک ۵ یعنی ہے دیو! چار مددگاروں کے ساتھ میں شیطان کا ناش کروں گا۔

[3] بچہ سراشنا .... نشپت، بھگوت پران

[4] سرت تیساں .... پڑیہ گندھانلسپر شم ہ بھگوت پران۔ سبق ۱۹ اباب ۱۹ اشلوک ۹۱۔

...کو مادھو ماس (بیساکھ) میں ہوگا- یہ کلکہ پران سے ثابت ہے۔[1]

(14)- شمبھل کے پردھان پروہت کے یہاں جنم: شمبھل جگہ کے معروف اعلیٰ پجاری کے یہاں پیدائش ہوگی اور ماں کا نام سمتیا یعنی اچھی عقل واقد ار والی ہوگا۔[2] [3]

یہ سبھی خصوصیات آخری اوتار میں ہوں گی۔

انتم (آخری) اوتار کا وقت

بھارتی مذہبی کتابوں نے وقت یا زمانہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

1- ست یگ: اس یگ کا نام کرت یگ بھی ہے۔اس کا دورانیہ سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار برس ہے۔

2- تریتا یگ: ست یگ کے بعد آتا ہے۔تریتا یگ کا دورانیہ بارہ لاکھ چھیانوے ہزار برس کا ہے۔

3- دواپر یگ: تریتا یگ کے بعد دواپر یگ آتا ہے۔اس کا دورانیہ آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار برس کا ہے۔

4- کل یگ: اس کی میعاد چار لاکھ بتیس ہزار برس ہے۔

اوتار مستقبل میں ہوگا لیکن اوتار کی آمد سے قبل ہی زمین برائیوں سے بھر جائے تو آنے والے اوتار سے فائدہ ہی کیا؟ گیتا میں بھی کہا گیا ہے کہ جب جب نیکی اور مذہب کو نقصان پہنچتا ہے اور ظلم بڑھتا ہے، تب تب اوتار کی آمد ہوتی ہے۔ ساڈھوؤں یعنی نیک لوگوں کی حفاظت کے لیے اور ظالموں کے خاتمہ کے لیے اور نیکی واچھائی کو قائم کرنے کے لیے وقت وقت میں اوتار ہوتا ہے۔[4] اب دیکھنا یہ ہے کہ جن جن حالات کے بعد اوتار ہوتا ہے کیا وہ دور گزر چکا ہے؟ ہاں! اتنا ضرور طے ہے کہ آخری اوتار کل یگ میں ہوتا ہے اور کل یگ کو شروع ہوئے آج سے پانچ ہزار انہتر برس ہو گئے۔[5] آخری اوتار کا وقت کل

---

[1] دوادشیہ شکل پکچھیہ مادھو........ ہرسٹ مانسوہ کلکہ پران، دوسرا باب پندرھواں اشلوک۔

[2] شمبھل گرام مکھسیہ........ پرادبھوشیت ہ بھگوت پران ۱۹-۹-۱۸!

[3] سمتیا وشنویش ساگر بھ مادت ویشنوم ہ کلک پران باب ۱۹ اشلوک ۱۱

[4] یدا یدا ہی دھرمسیہ گلانی بھوتی بھارت........ سجامیہم ہ بھگو گیتا

[5] گت کل: ۶۹. ۵ پنچانگ ۱۵ سبت یاسمت ہ

یگ کے تقریباً بیت جانے پر یا کچھ بیت جانے پر ہے۔[1] حالات ایسے ہو رہے ہوں وہ رہیں گے کہ صرف اپنا ہی پیٹ پالنا لوگوں کی من پسند خواہش ہوگی۔ دوسری بات دھیان دینے کی یہ ہے کہ آخری اوتار اس وقت ہوگا جبکہ جنگوں میں تلوار کا استعمال کیا جاتا ہو اور سواریوں میں گھوڑوں کا استعمال ہو رہا ہو۔ کیونکہ بھگوت پران میں یہی ذکر ہے کہ رہبر عالم دیوتاؤں کے ذریعے تفویض شدہ تیز ترین گھوڑے پر بیٹھ کر تلوار سے ظالموں کو نیست و نابود کریں گے۔ مگر آج کل گھوڑوں اور تلواروں کا دور نہیں ہے بلکہ ایٹم بم اور ٹینکوں کا دور ہے۔ تلوار اور گھوڑں کا وقت ختم ہو چکا ہے اس لیے آخری اوتار کا وقت گھوڑوں اور تلواروں کا دور ہی ثابت ہوتا ہے۔

آج سے تقریباً 1400 برس پہلے گھوڑوں اور تلواروں کا استعمال ہوتا تھا اور غالباً اس کے سو سال بعد عرب میں بارود کی تیاری سوڈا اور کوئلہ کو ملا کر شروع ہوئی۔ تاریخ پیدائش کے بارے میں بھی تفصیل غور و خوض کے بعد تعین کرنا ضروری ہے۔ کلک پران میں آخری اوتار کا وقت مادھو مہینہ کے شکل کچھ کی دوارشی (بارہویں) تاریخ دیا گیا ہے۔[2]

استھان نروپڑ (جگہ کا تعین)

یہ تو متفقہ طور پر ثابت ہو گیا کہ آخری اوتار کے آنے کی جگہ شمھبل گاؤں ہوگا۔[3] لیکن صرف گاؤں کے نام سے ہی اطمینان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی ساری تفصیل نہ ہو اور پہلے یہ طے کرنا ضروری ہے کہ شمھبل کسی گاؤں کا نام ہے یا اس کی کسی خصوصیت (Distinctive Feature) کا۔

شمھبل کسی گاؤں کا نام نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر یہ صرف کسی گاؤں کا نام ہوتا تو اس کے مقام کا تعین کیا گیا ہوتا۔ مگر پرانوں میں کہیں بھی شمھبل گاؤں کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ بھارت میں تلاش کے بعد اگر کوئی گاؤں ملتا ہے بھی تو وہاں آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل

---

1. اتھم کلو............ بھگوان وت رشیت ہ بھگوت پران سبق ۱۹ باب ۱۹ اشلوک ۱۷
2. دوادشیہ شکل پکچھ .... جاتم ہ کلک پران، باب ۹، اشلوک ۱۵
3. شمبھلے وشنو یشو............ واہیم ہ کلک پران، باب ۹، اشلوک ۴

ایسا کوئی شخص نہیں گزرا جو لوگوں کی رہبری اور فلاح و بہبود کے کام آیا ہو۔ پھر آخری اوتار کوئی کھیل تو نہیں کہ وہ دنیا میں آئے اور سماج میں کوئی تبدیلی نہ آئے۔ اس طرح شمبھل لفظ کو خصوصیت کے ساتھ سمجھ کر اس کی دریافت و تحقیق ضروری ہے۔

1- شمبھل لفظ ''شمل'' مشتق سے نکلا ہے یعنی جس جگہ امن ملے۔

2- شم جُنر بَرَ میں مل کر کامیاب ہو کر سنور ہوا۔ بیور بھیدم اور رل لوگ بھیدم کے اصول پر شمبھل لفظ کا حصول ہوا۔ جس کا مطلب ہے جو لوگوں کو اپنی طرف ملتفت کرے یا جس کے ذریعے کسی کو منتخب کیا جاتا ہو۔

3- شمبر لفظ کا ''نگھنٹو'' (1-19-88) میں ذکر ہے ''ر'' اور ''ل'' انفی ہونے کی وجہ سے شمبھل لفظ کا مطلب ہوگا پانی کے قریب کی جگہ یا پانی کا قریبی مقام۔

لوگوں کو یہاں یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ ''شمبھل'' کا مطلب پانی نکل رہا ہے تو ''پانی کا قریبی جگہ'' مطلب کیوں لیا گیا۔ اس کے جواب میں میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ یہاں موضوعِ گفتگو ''جگہ'' ہے نہ کہ پانی! جب گنگا میں گھوش لفظ کا مطلب آپ گنگا کے قریب واقع گاؤں لیتے ہیں تو آپ ویسے ہی شمبھل کے لفظ سے مطلب کیوں نہیں نکالتے۔

آخری اوتار کے بارے میں صرف اتنا ہی غور طلب ہے کہ وہ جگہ یا مقام جس کے آس پاس پانی ہو اور وہ جگہ ایک کشش رکھتی ہو اور پرسکون و پرلطف ہو اوتار کی سرزمین پاک ہوتی ہے اس لیے اس زمین میں بھی پاکی ہونا چاہیے اور تشدد وغیرہ نہیں ہونی چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ جگہ ایک معبد ہونا چاہیے یعنی لوگوں کا ایک مذہبی جگہ ہو۔

''شمبھل'' کا لفظی مطلب ہے ''امن کی جگہ''۔ آخری اوتار جگہ پرامن اور تشدد و حسد سے مبرا ہونا چاہیے۔

آخری اوتار کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ بھارت میں ہی ہو اور ہندی یا سنسکرت ہی بولے۔ زبان اور لباس وخوراک تو ملک اور زمانہ کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ کہنا لاعلمی ہے کہ اوتار صرف بھارت میں ہی ہو۔ کیا بھارت ہی ایشور کا پیارا مقام ہے اور دوسرے ملک نہیں؟ کیا خلقت یا عالم موجودات صرف بھارت ہے باقی ملک نہیں؟

اس طرح آخری اوتار بھارت سے باہر بھی ہوسکتا ہے اور وہاں اس ملک کی زبان، رسم ورواج اور رہن سہن کے مطابق اس کو چلنا ہوگا مگر ظلم وناانصافی کے خلاف۔

وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اتنا تو ظاہر ہے کہ بھارت میں آج سے چودہ پندرہ سو برس قبل ایسا کوئی شخص نہیں پیدا ہوا جو آخری اوتار کی کسوٹی پر پورا اترے۔

جتنے بھی پران ہیں وہ سبھی جگہ یا مقام کو سمبھل[1] ہی مانتے ہیں۔ سمبھل یا شمبھل لفظ ایک ہی ہے۔ آخری اوتار کے مردِ کامل یا عبادت وریاضت سے بعید انسانی قوت کا حامل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے ہم جگہ کا تعین کریں گے۔

عالم انسانی کے سماجی اور مذہبی زوال کا دور

ہر عظیم انسان کے پیدائش سے قبل بڑے تکلیف دہ حالات ہوتے ہیں یا یوں کہیے کہ بہت ہی تکلیف دہ اور مذموم حالات کے بعد ہی ایشور کسی عظیم ہستی کو دنیا میں بھیجتا ہے۔ بھارت کے حالات بھی تقریباً دو ہزار سال قبل بہت ہی خراب تھے۔ قدیم ہندوستان کی تاریخ میں سب سے زیادہ تاریکی اور ظلم و بدعت کا زمانہ تقریباً پانچ صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ ویدک دور میں مورتی پوجا ناپید تھی۔ مگر اس وقت یعنی پانچویں صدی میں مندروں میں مورتی پوجا کا چلن اور قیام شروع ہو گیا تھا۔[2] مندروں کے پجاری مختلف اقسام کی بدعات کا آغاز کر چکے تھے۔ جو مذہبی مکر وفریب کے ذریعہ بھولے بھالے زائرین کو لوٹتے تھے۔[3]

ویدک دور میں ساری ہندو قوم میں ایکتا اور برابری کا سلوک ہوتا تھا۔ لیکن اب

---

[1] واچسپتیم کے مطابق شمبھل میں ساٹھ معبد ہیں وہاں پر لات، منات نام کے معبد کا نام بھی کچھ عالموں نے بتایا ہے۔ لات، منات اور کنات وغیرہ ساٹھ مشہور مورتیوں کے موجود ہونے کی جگہ کو شمبھل بتایا گیا ہے۔ ایسا ہی مسلمان عالم بھی مانتے ہیں اور مسلم دانشور دارالامن کو ہی شمبھل مانتے ہیں۔

[2] A History of Civilization in Ancient India. Vol.3 Page 281

[3] " " " " " Page 243

ذات پات کی وجہ سے اندرونی طور پر کافی بھید بھاؤ یا تفریق کا بول بالا ہو چکا تھا۔ ویدک دور میں طبقاتی تقسیم[1] جو خود اختیاری تھا وہ اب قوم یا طبقہ میں بدل گیا تھا۔ اس سے سماجی اداروں پر بہت برا اثر پڑا۔[2] عورتوں کو غلامی کا درجہ دیا گیا۔[3] دستور و ضابطہ کا وجود تعصب زدہ ہو گیا۔ برہمن چاہے جتنا بھی ظلم کرے مگر وہ سزائے موت کا حقدار کبھی نہیں بنتا تھا۔ کمتر یا نیچ ذات کا آدمی کسی اونچی ذات والے کی بیوی سے برے سلوک پر موت کا حقدار ہوتا تھا مگر اونچی ذات والے اگر نیچی ذات والے کی بیوی سے برا سلوک کرتا تو صرف کچھ مالی جرمانہ کا حقدار سمجھا جاتا تھا۔ اگر نیچی ذات کا مرد کسی اونچی ذات والے کو ہدایت یا مشورہ دیتا تو تیل گرم کر کے اس کے منہ میں ڈالنے کا دستور تھا۔ گالی دینے پر زبان کاٹنے کی سزا تھی۔ شراب پینا راجاؤں کیلئے عزت کی بات تھی۔[4] راجاؤں کی بیگمات بھی شراب کے نشے میں دھت بدمست جھومتی پھرتی تھیں۔ سڑکوں پر بدکرداروں کا اژدھام لگا رہتا تھا۔ ایشور کی کھوج جنگوں اور پہاڑوں میں کی جاتی تھی۔ تصوراتی اور خود تراشیدہ خیالوں اور بھوشوں وغیرہ کی پوجا کی جاتی تھی۔

شاید اتنی بُری حالت رومن اور پرشین سامراجوں کی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی جتنی کہ ساتویں صدی میں شروع ہوگئی تھی۔ بازنطینی شہنشاہت کے خاتمہ پر پوری سلطنت راندہ وذلیل اور بے دین ہو چکی تھی۔ پادریوں کی بدکرداری، بے عملی اور ظلم کا انجام یہ ہوا کہ عیسائی مذہب ہی ذلیل وخوار ہو کر رہ گیا اور اتنی خراب حالت ہوگئی کہ اس کا تصور بھی آج نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان باتوں پر کوئی یقین کرے گا۔ حالانکہ ان کے اتنے پختہ ثبوت ہیں کہ ان پر ذرہ برابر بھی شبہہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپس کے باہمی جھگڑوں اور دشمنیوں کی وجہ سے سماج اپنا راستہ

---

1. ورن بیوستھا
2. A History of Civilization in Ancient India Vol.3 Page 308
3. " " " " " " Page 331
4. A History of Civilization in Ancient India , Vol.3 Page 432-343

بھول چکا تھا۔ شہروں اور قصبوں میں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ عیسیٰ مسیح نے سچ ہی کہا تھا کہ میں امن نہیں بلکہ تلوار لایا ہوں۔[1]

اس وقت ملک عرب کے ایک حصہ میں محمد ﷺ صاحب کا مذہب اُٹھا جو رومن سلطنت کی برائیوں سے دور تھا۔

اس مذہب کی تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ وہ طوفان کی طرح پوری دنیا میں چھا جائے گا اور اپنے سامنے بہت سی سلطنتوں، حکمرانوں اور رسم و رواج کو اس طرح اڑا دے گا جیسے آندھی مٹی کو اڑا دیتی ہے۔[2]

دیگر تاریخی شہادتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ (حضرت) محمد ﷺ صاحب کی پیدائش سے قبل عیسائیوں میں کتنی برائیاں پھیل چکی تھیں۔[3] اسی طرح سیل (Sale) نے قرآن کے ترجمہ میں لکھا ہے ''گرجا گھر کے پادریوں نے مذہب کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے۔ امن، اخوت اور اچھائیاں ان سے دور ہو چکی تھیں۔ وہ بنیادی مذہب کو بھول چکے تھے۔ مذہب کی بابت طرح طرح کے خیال و عقیدے بنائے ہوئے تھے۔ آپس میں

---

۱ Perhaps in no previous period had the Empire of the persian or the oriental part of the Roman Empire, been in a more deplorable or the happy state than at the begining of the 7th century. In consequence of the weakness of Byzantic despots the whole frame of their government was in state of complete dis-organization of the most frightful abuses and corruption of the priests, the christian religion had fallen into a state of degradation scracely at this day concievable and such as would be absolutely incredible had we not evidence of it the most un-questionable. The fueds and animosities of the almost in-numberable seets had risen to the greatest possible heights, the whole frame of society was loosened; the town and cities flowed with bloods. Well, indeed had Jesus prophesied when he said "He brought root peace but a sword." Apology for Mohammad" by Godfrey Higgins Page-1).

۲ At this time, in romote and almost unknown corner of Arabia, at a distance from ciril broils which were tearing to pieces of Roman Empire, arose the religion of Mohammad, a religion destined to sweep like a tornado over the face of the earth to carry before it empires, kingdoms and systems and to scatter them like dust before the wind" Apology of Mohammad; by Godfrey Higgins. Page 2.

۳ Translation of Holy Quran by George Sale. First translation/preface on Pages 25/26.

لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔اس زمین پر گرجا گھروں میں بہت سی بدعتیں مذہب کی شکل میں رائج ہونے لگیں اور مورتی پوجا بہت ہی بے شرمی سے کی جانے لگی۔[1]

(حضرت) محمد ﷺ صاحب سے پہلے عیسائی مذہب اور مورتی پوجا نے مل کر ایک نئی شکل اختیار کر لی تھی جس کی وجہ سے عیسائیوں میں مورتی پوجا عام ہو گئی اور ایک ایشور کی جگہ تین خدا مانے جانے لگے اور مریم کو ایشور کی ماں سمجھا جانے لگا۔

آخری اوتار کا حصول یا نزول

مندرجہ بالا تفصیلات اس بات کو ظاہر تی ہیں کہ آخری اوتار گھڑ سوار اور تلوار بردار ہوگا۔تلوار اور گھوڑوں کا دور بیت چکا اور اب جیٹ طیاروں اور ایٹمی ہتھیاروں کا دور ہے۔ اس طرح آخری اوتار کا زمانہ آج سے قبل ہی کا ثابت ہوتا ہے۔آخری اوتار کے قبل کے حالاتِ زمانہ کا ثبوت مل گیا کہ امن وانصاف کا نقصان اور فقدان اور ظلم و تعدی کا عروج ہونے پر آخری اوتار کو دنیا میں بھیجنے کی تیاری ہوگی۔ اب ہم کلکہ اوتار اور (حضرت) محمد ﷺ صاحب کا تقابلی (Comparative) مطالعہ پیش کرتے ہیں۔

(1) اسپ سوار اور تیغ بردار: بھگوت پران کے بارہویں سبق باب دو کے انیسویں اشلوک سے اس بات کا کلی طور پر اظہار ہوتا ہے کہ کلکہ دیوتاؤں کے ذریعہ عنایت کیے ہوئے گھوڑے اور تلوار سے ظالموں کا قلع قمع کرے گا۔[2] کلکہ کا گھوڑا جو دیوتاؤں کے ذریعہ انہیں ملے گا وہ بہت اعلیٰ قسم کا ہوگا اور اسی پر چڑھ کر وہ بدمعاشوں کا قتل عام کریں گے۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب کو بھی فرشتوں کے ذریعے گھوڑا ملا تھا۔ جس کا نام براق تھا۔[3] اس پر بیٹھ کر (حضرت) محمد ﷺ صاحب نے رات کو سفر کیا تھا۔[4] (حضرت محمد صاحب کو گھوڑے بہت پسند تھے۔ان کے پاس سات گھوڑے

---

1. The History of Struggle between Science and Religion. by Draper (noted from seerat-un-Nabi, Vol.IV, Page 227

2. آشوماشوگاردہا...... گرانوت ہ بھگوت پرانی، دوادش سکندھ دوتیہ ادھیا ۱۹ اوال اشلوک۔

3. براق کی تصویر "آرگنائزر" کے ۸ فروری ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں چھپا تھا۔

4. He (Mohammad Saheb) explained to Omm-e-Hani daughter of Abu Talib thal during the night he had performed lhis devolions in the lemple of Jerusalem. He was going forlh lo make his vision known. When she confijured him not lhus to expose himself to lhe decision of the un-believers. Life of Mohammed by Sir Willian Muir, Page 125.

تھے۔[1] حضرت انسؓ نے کہا ہے کہ میں نے (حضرت) محمد ﷺ صاحب کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار تھے اور گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے تھے۔[2] (حضرت) محمد ﷺ صاحب کے پاس نو (9) تلواریں تھیں۔ (الف) خاندانی طور پر حاصل شدہ (ب) ذوالفقار نام کی تلوار (س) کلعی نام کی تلوار۔[3]

(2) جگت گرو، استادِ زمانہ یا مرشدِ عالم: بھگوت پران میں آخری اوتار کو جگت پتی یعنی شہنشاہِ عالم کہا گیا ہے[4] دوسرے لفظوں میں نجات دہندہ یا محافظِ دنیا بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ جگت کے معنی دنیا اور پتی کے معنی محافظ کے ہیں۔ جگت پتی کے معنی محافظ کے ہیں۔ جگت پتی کا مطلب ہوا کہ اپنے اذکارِ اعلیٰ یعنی تبلیغ کے ذریعے کرتے ہوئے سماج کو بچانے والا۔ وہ سماج کوئی محدود سماج نہیں ہے بلکہ تمام عالم اس میں شامل ہیں۔ مطلب ہوا جگت کا گرو۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب کے لیے بھی قرآن میں کہا گیا ہے کہ ''اے محمدؐ! اعلان کر دو ساری دنیا بھر کے لیے نبی ہو کر تم آئے ہو''[5] دوسری جگہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''بڑی مطہر ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر متبرک کتاب نازل کی تاکہ تمام عالم کیلئے وہ برائیوں کا ڈر دکھانے والا ہو۔''[6]

اس طرح جگت گرو کا وجود اور اہمیت دونوں ہی ثابت ہو جاتے ہیں۔

(3) اسادھو دمن، برائیوں کا خاتمہ: کلکہ کی بابت کہا گیا ہے کہ وہ ظالموں کا سدِ باب کریں گے اور یہی بات (حضرت) محمد ﷺ صاحب پر بھی صادق آتی ہے۔ انہوں نے بھی ظالموں کا قلع قمع کیا۔ قرآن میں بھی کہا گیا ہے کہ جن کو قتل کیا گیا ہے ان کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ بھی لڑیں، اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور خدا ان کی

بھگوت پران ١٢-٢-١٩

---

[1] اصح السیر مولفہ حکیم عبدالبرکات لکھنو تمبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۵۶۵ (B) جامع الفوائد۔ جلد ۲ صفحہ ۱۷۹۔ محمد سلیمان، خیریہ پریس مراٹھہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۹

[2] حدیث بخاری شریف

[3] اصح السیر صفحہ ۱۹۶

[4] بھگوت پران، بارہواں سبق، باب دو، انیسواں اشلوک

[5] قرآن شریف سورہ اعراف آیت ۱۵۸

[6] قرآن شریف، سورہ فرقان آیت نمبر ۱

مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے جو لوگ گھروں سے نکالے گئے صرف اس بات پر کہ خدا ان کا پروردگار ہے۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب نے لٹیروں اور ڈاکوؤں کو راہ راست پر لا کر انہیں خدائے واحد کی تعلیم دی اور ایشور (خدا) کی عبادت میں کسی دیگر دیوتا کی ملاوٹ یا شریک کرنے کی مورتی پوجا کی شدید مخالفت کی۔ انہوں نے جس مذہب کی اشاعت کی اور قائم کی، اس کے بارے میں انہوں نے خود کہا کہ میں قدیم مذہب کو ہی قائم کر رہا ہوں۔ یہ کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ ''اسلام'' لفظ کا مطلب ہے کہ خدا کے احکامات پر عمل کرانے والا مذہب اور وید کے لفظ بھی خدائی الفاظ ہیں اور ان کے احکامات پر عمل کرانے والا مذہب بھی ویدک ہے۔ اس طرح ویدک دھرم اور مذہب اسلام برابر ہیں۔ جو ویدک یا اسلام کے راستے میں رکاوٹ ہے انہیں دہریہ یا کافر کہا جاتا ہے اور ان سے مخالفت کی بات اور مٹانے کی بات کرنا فطری عمل ہے۔

جس زمانہ میں (حضرت) محمد ﷺ صاحب کی پیدائش ہوئی تھی وہ دور ڈاکوؤں اور ظالموں سے عبارت ہے۔ لڑکیوں کو قتل کر دیا جاتا تھا۔

ان کی ولادت سے پہلے کباد (کیقباد) اول بادشاہ بنا تھا جو مزدک کی تبلیغ سے متاثر ہو کر یہ اعلان کر چکا تھا کہ دھن (دولت) اور عورت سبھی کے ہیں [1] ان پر کسی خاص شخص کا اختیار نہیں۔ انجام کار برائیاں اپنی حد پار کر چکی تھیں۔ بعد میں (حضرت) محمد ﷺ صاحب ہی ایسے شخص ہوئے جن کی قوم نے ان عطائیوں کو شکست دے کر مذہب کی عظمت قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

(4) استھان سمبندھی سامیہ، مقام پیدائش کی مطابقت: کلکہ کا استھان (مقام) شمبھل ہوگا اور وہ وہاں کے پروہت (بڑے پجاری یا مرشدِ اعلیٰ) کے گھر جنم لیں گے۔ [2] پروہت کا نام بشنویش (خدائی نیک نام وشہرت) ہوگا۔ اتنا تو معلوم ہی ہے کہ یہ نام سنسکرت زبان کا ہے۔ جو یا تو معنی متعین کر کے لکھا گیا ہے یا پھر ان ناموں کا جگت پران ۱۸-۲-۱۲

1. سیرت النبی جلد چہارم صفحہ ۲۱۵
2. شمبھل گرام مکھیہ .... کلکہ پرادر بھوشیت ہ بھگوت پران، بارہواں سبق، باب ۲، اٹھارہواں اشلوک

بگڑا ہوا عربی لفظ اختیار کرلیا گیا ہے۔

شمبھل لفظ ''متانت کرنا'' (پرسکون ہونا، خاموش کرنا) مطلب و معنی دینے والے لفظ ''شم'' سے مشتق ہے، جس میں لفظ ''بن'' پرتیہ (یعنی حروف معنوی) لگا ہوا ہے۔ شمبھل لفظ کا مطلب ہوا ''شانتی کا گھر'' (دارالامن) اور مکہ کو عربی میں دارالامن ہی کہتے ہیں۔

5- پردھان پروہت کے یہاں جنم: مرشد اعلیٰ کے گھر پیدائش: کلکہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ پردھان پرووہت کے یہاں جنم لیں گے۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب بھی مکہ کے پردھان پروہت کے گھر پیدا ہوئے۔

6- ماتا پتا سمبندھی سامیہ: والدین سے مطابقت: کلکہ کے والدین کے متعلق پران میں ماں کا نام ''سمتی'' (سوموتی) آیا ہوا ہے جس کا مطلب ہے امن وتحمل کی طبیعت والی۔ والد کا نام ''بشنویش'' آیا ہوا ہے جو بہت پاک اور خدا کی عبادت کرنے والا ہوگا۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب کی والدہ کا نام آمنہ تھا جس کا مطلب ہے امن والی اور والد کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ کا مطلب اللہ یعنی وشنو کا بندہ۔ اس کا والد اس کی پیدائش سے قبل ہی فوت ہو جائے گا اور بعد میں والدہ بھی کمسنی میں فوت ہو جائے گی اور تاریخ نے اس کی تائید کردی ہے۔[1]

7- انتم اوتار کا دھارنا میں سامیہ: آخری اوتار کی آمد کے بارے میں روایات میں مطابقت: کلکہ کو آخری یگ (دور) کا آخری اوتار بتایا گیا ہے۔[2] (حضرت) محمد ﷺ صاحب نے بھی اعلان کیا ہے کہ میں آخری پیغمبر ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان کسی آئندہ پیغمبر یا اوتار کو نہیں مانتے۔

واچستیم اور شبد کلپتر وجیسی کتابوں میں کلکہ کا مطلب ''انار اور کھجور کا پھل کھانے والا ہوتا ہے جو زمانۂ قدیم سے رائج ''مشرن'' (مشرک) اور ناستکتا (کفر) کو دھو گئے ہیں۔

---

1. سرور عالم مصنفہ محمد مسلم، جید پریس، کرشن گنج، دہلی، ستمبر ۱۹۶۰، صفحہ ۱۰-۱۱

2. بھگوت پران کے چوبیس اوتاروں کے عنوان میں کلکہ سب سے آخری اوتار ہے۔ بھاگوت پران، پہلا سبق، تیسرا باب، پندرھواں اشلوک۔

8- اتر دشگمن اور اپدیش سمبندھی سامیہ: مراجعتِ شمال وتبلیغی مطابقت: کلک پران میں مذکور ہے کہ[1] کلکہ پیدا ہونے کے بعد پہاڑی کی طرف چلے جائیں گے اور وہاں پرشرام جی سے علم حاصل کریں گے۔ بعد میں اتر (شمال) کی طرف جا کر پھر لوٹیں گے۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب بھی جنم لینے کے کچھ سالوں بعد پہاڑیوں کی طرف چلے گئے اور وہاں جبرئیل کے ذریعہ علم حاصل کیا۔ یعنی ان پر قرآن کی آیتوں کا نزول شروع ہوا۔ ایک دور آیا کہ وہ اتر یعنی شمال یعنی مدینے کی طرف چلے گئے مگر آخرش جنوب یعنی مکہ کی طرف لوٹ آئے۔[2] یعنی فتح مکہ کا واقعہ ہوا۔ یہی سب باتیں کلکہ کے بارے میں بھی پران میں بیان ہوئی ہیں۔

9- شیو کے ذریعہ کلکی کو ایک گھوڑا دیا جانا: شیو کلکی کو ایک گھوڑا دیں گے جو بہت ہی کرامت سے مزین ہوگا۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب کو بھی براق نام کا عجیب و غریب گھوڑا ملا تھا جو خدا کی طرف سے ان کے پاس بھیجا گیا تھا۔

10- چار بھائیوں کے ساتھ کلکہ کا نوران: کلک پران میں مذکور ہے کہ کلکہ چار بھائیوں کے ساتھ مل کر کلکہ یعنی شیطان کو دفع کریں گے۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب نے بھی چار ساتھیوں کے ساتھ شیطان کا قلع قمع کیا تھا۔ یہ چار ساتھی تھے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ[3] بعد میں یہی لوگ خلیفہ ہوئے اور حضرت محمد ﷺ صاحب کے لائے ہوئے دینِ خالص اور خدائے واحد کی تبلیغ کی۔[4]

11- دیوتاؤں دوارا سہاتیا: دیوتاؤں کے ذریعہ مدد: کلک پران میں بیان کیا گیا ہے کہ دیوتاؤں کے ذریعہ کلکہ کو جنگوں میں مدد ملے گی۔[5] یہی بات (حضرت) محمد ﷺ صاحب کی بابت بھی یہ ہوا کہ بدر میں فرشتے ان کی مدد کیلئے اترے۔

1. سرورِ عالم، صفحہ ۱۰۔
2. پرشرام کلکہ اوتار کو گپھا میں لے جا کر تعلیم دیں گے۔ پرترام بمعنی جبرئیل یا روح القدس اور گپھا یعنی غارِ حرا
3. چتر بھی بھراتر بھی دیو کرشیم چھیم کلکی کلک پران، باب ۲، اشلوک ۵۔
4. 632 A.D. to 661 A.D. The Orthodox caliphate including the first four caliphs Encyclopedia of World History by W.L. Langer Page 184.
5. یات یویم بھوم دیوہ سوانشاوترڑے رتہہ کلک پران، باب ۲، اشلوک ۷۔

قرآن میں لکھا ہے کہ ''اللہ نے تم کو بدر کی لڑائی میں مدد دی اور تم بہت کم تعداد میں تھے۔ تو تم کو چاہیے کہ اللہ ہی سے ڈرو اور اسی کے شکر گزار ہو۔ جب تم مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لیے کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تم کو تین ہزار فرشتے بھیج کر مدد کرے۔ بلکہ اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ تمہاری مدد پانچ ہزار فرشتوں سے کرے گا۔''[۱] ''جب تم نے اپنے رب سے مدد مانگی تو تمہارے رب نے منظور کیا کہ میں تمہارے لیے ایک ہزار فرشتے مدد کو بھیجوں گا''[۲]

اے ایمان والو اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو، جب تمہارے خلاف فوجیں آئیں تو ہم نے بھی ان کے خلاف ہوا اور ایسی فوجیں روانہ کی جن کو تم نہیں دیکھتے تھے اور جو کچھ تم کر رہے تھے وہ اللہ دیکھ رہا تھا۔[۳]

12- انوپم کانتی سے یکت: نور مجسم: کلکہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ایک انوکھی لاثانی روشنی و نور سے مزین ہوگا یعنی وہ اتنے خوبصورت ہوں گے کہ ان سے مماثلت نہیں کی جا سکتی۔[۴] (حضرت) محمد ﷺ صاحب کے بارے میں بھی یہی کہا گیا ہے کہ وہ سبھی انسانوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور سبھی آدمیوں میں اصول پرست اور بہادر تھے۔[۵]

13- جنم تتھی سمبندی سامیہ: تاریخ پیدائش کے مطابقت: کلک پران میں کلکہ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں لکھا ہے کہ ''مادھو مانس میں شکل پلچھ دواذشی کو جنم ہوگا۔''[۶] اور (حضرت) محمد ﷺ صاحب کی پیدائش بھی بارہ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔ بارہ ربیع

---

۱. قرآن شریف، سورۂ ال عمران، آیت نمبر ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵۔
۲. قرآن شریف، سورہ انفال، آیت نمبر ۹۔
۳. قرآن شریف، سورہ احزاب، آیت نمبر ۹۔
۴. بچارانا شنا نشیت۔ بھگوت پران، بارھواں سبق، دوسرا باب، بیسواں اشلوک۔
۵. جمع الفوائد، بروایت انس، بخاری شریف۔
۶. بسو ماھ مادی ہلال ابتدائی کے بارہویں تاریخ کو ہوگی۔ کلک پران، باب ۲، پندرھواں اشلوک

الاول کا مطلب ہے چاند کی بارہویں تاریخ یعنی شکل پلچھ دوادشی۔

14- شریر سے سگندھ کا نکلنا: جسم سے خوشبو آنا: بھگوت پران کے مطابق کلکہ کے جسم سے نکلنے والی خوشبو سے لوگوں کی روح معطر ہو جائے گی۔ ان کے بدن کی خوشبو ہوا میں مل کر لوگوں کے دلوں کو نرم کردے گی۔[1]

(حضرت) محمد ﷺ صاحب کے جسم کی خوشبو تو بہت مشہور ہے جس سے ہاتھ ملاتے تھے اس کے ہاتھ سے دن بھر خوشبو آتی رہتی تھی۔[2] (حضرت) محمد ﷺ صاحب کے خادم نے کہا تھا کہ (حضرت) محمد ﷺ صاحب کے جسم کی خوشبو ہوا کو معطر کردیتی تھی جب وہ گھر سے باہر نکلتے تھے۔[3]

ایک بار اُم سلیمؓ نے (حضرت) محمد ﷺ صاحب کا پسینہ اکٹھا کیا اور (حضرت) محمد ﷺ صاحب کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اسے ہم خوشبوؤں میں ملاتے ہیں کیونکہ یہ سبھی خوشبوؤں سے بڑھ کر ہے۔

15- اشٹیشور یہ گڑانوت: خصوصیات ہشتم: بھگوت پران کے سبق بارہ باب دو میں کلکہ کو آٹھ خصوصیات کا حامل بتایا گیا ہے۔ یہ آٹھ[4] خدائی وصف ہیں۔ (i) پرگیاں (دانائی) (ii) کولینتا (اعلیٰ خاندان) (iii) اندریہ دمن (نفس پر قابو) (iv) سہروتی گیان (خدا کے ذریعے سنایا گیا علم) (v) پراکرم (بہادر، طاقتور) (vi) تھوڑا بولنا (کم گو) (vii) دان (خیرات، صدقات) (viii) کرتگیتا (احسانمندی)۔ اب ہم ان تمام خصوصیات کا الگ الگ ذکر کریں گے۔

(i) پرگیاں (دانائی): اعلیٰ علم و دانائی کا تعلق بھی (حضرت) محمد ﷺ صاحب سے ہے۔ ماضی، مستقبل اور حال کی سبھی باتیں بتانے میں (حضرت) محمد ﷺ صاحب پوری طرح قادر تھے۔ اس بات کی شہادت میں بہت سی باتیں اور مثالیں محمد عنایت

---

1. بھگوت، پران، بارہواں سبق، دوسرا باب، اکیسواں اشلوک
2. شمائل ترمذی، مرتب مولانا محمد زکریا، صفحہ ۲۰۸
3. Anas his servant, says "We always used lo know when Mohamad had issued forth from his chamber by the odouriferous perfume that filled the air "Life of Mohamet by Sir Willian Muir Page 342.
4. اشٹھوگرہ.........کرتگیا چہ "مہابھارت"

احمد کی کتاب ''الکلام البین'' میں مل جائیں گی۔ مختصراً اس کتاب میں ایک مثال یا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے۔ رومیوں اور ایرانیوں کی جنگ میں جب رومی شکست سے دوچار ہوئے تو (حضرت) محمد ﷺ صاحب نے اپنی قوتِ نادیدہ باطن اور اپنی غیب بینی سے اس واقعہ کا ذکر اپنے دوستوں سے کیا تو قریشی بہت خوش ہوئے۔ لیکن ایک فرشتے سے ''نو برس کے اندر رومیوں کی ہونے والی فتح'' کی پیشین گوئی سن کر (حضرت) محمد ﷺ صاحب کے دوست ابوبکرؓ سے ایک ایک ہزار اونٹوں کے ہار جانے کی شرط لگائی۔ آخرش نو سال کے اندر اندر نینوا (Ninevah) کے جنگ میں رومیوں کی فتح 627ء میں ہوئی۔ اسی واقعہ سے متعلق سورہ رُوم میں تیسویں آیت اتری ہے۔ اسی طرح کی بہت سی مثالیں ان کی دُور اندیشی کے بارے میں ملتی ہیں۔

(ii) کلیتا: کلکہ اونچے برہمن خاندان سے ہوگا۔ اس کو ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب بھی اونچے خانوادے اور مرشد اعلیٰ کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ ان کا خاندان کعبہ کا محافظ تھا۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب کا جنم 571ء میں قریش قوم کے ہاشمی خاندان میں ہوا تھا۔ جو عرب میں اپنی اعلیٰ نسبی کی وجہ سے ہر جگہ قابلِ قدر مانے جاتے تھے۔[1] جو خانہ کعبہ کے نسل در نسل متولی رہے۔[2]

(iii) اندریہ دمن: ضبطِ نفس یا نفس پر قابو: بھارتی مذہبی کتابوں کلکہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ بہت ضبطِ نفس والے ہوں گے، ان کو اپنے نفس پر مکمل کنٹرول ہوگا۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب کی بابت بھی کہا گیا ہے کہ وہ خوشامد سے متنفر، نرم دل، پرامن، نفس پر کنٹرول رکھنے والے اور مروت والے تھے۔[3] خمسہ خواہشات کے زیرِ اثر ہو کر کام کرتے ہیں۔ اس طرح خواہشات پر قابو پانا ہی نفس پر قابو پانا ہے۔

---

۱ He was born in A.D. 571 and cause of the noble trible of the Koreyash, who had long been guardians of the sacred Kaaba" Page XXVI of Introduction - The speech of Mohammad by Lane pool, published by macimillan & Co. London.

۲ "He sprung from the trible of Koresh and the family of Hashmi, the most illustrious of the Arabs, the princes of Mecca, and hereritary guardians of Kaaba" Page 229 Vo. 5, Decline and fall of Roman Empire - by Edward Gibbon, Published E.P. Eulton & Co. Newyork - A.D. 1910.

۳ **Modesty and kindliness, patience, self denial and riveted that affectives off all around him." Page 525, Life of Mohamet, by Sir William Muir, Published by Smith, Elder & Co. London 1877** A.D.

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جو شخص نو شادیاں کرنے، اس کو بدقماش یا عیش طبع کے بجائے نفس کو قابو میں کرنے والا کیسے کہہ سکتے ہیں؟ تو انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کیا شری کرشن کی پٹ رانیاں چھ سے زیادہ نہیں تھیں؟ یوگی (جوگی بمعنی عابد، زاہد) تو دنیاوی جھمیلوں میں رہ کر بھی اپنی بے لوثی کی وجہ سے نجات پا جاتا ہے۔ جیسے کنول کا پتا پانی میں رہتے ہوئے بھی اس سے پرے رہتا ہے۔ ویسے ہی یوگی پُرش (اللہ کو پا جانے والا، عابد، زاہد) بھی دنیاوی ضروریات زندگی میں رہتے ہوئے بھی اس سے پرے رہتا ہے۔ پس (حضرت) محمد ﷺ صاحب کا نو بیویوں کا رکھنا بھی دنیاوی طور پر اعلیٰ و برتر مردانگی کا ثبوت ہے نہ کہ ان کے نفس پر قدرت رکھنے میں کسی کمی کا اظہار۔

(iv) شرُتی: شرُتی کا مطلب ہے جو خدا کے ذریعے سنایا گیا اور رشیوں یا پیغمبروں کے ذریعہ سنا گیا ہو۔ شرُت لفظ شرُ سے مشتق ہے۔ خدائی علم جس کتاب میں ہو اس کو شرُت کہتے ہیں۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب پر بھی خدائی علم فرشتوں کے واسطہ سے نازل ہوتا تھا، جس کو وحی کہا جاتا ہے۔ لین پول بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ (حضرت) محمد ﷺ صاحب پر دیودوت (فرشتہ) کی مدد سے خدائی علم کا بھیجا جانا بلاشبہ ایک سچ ہے۔[1] آر، بی، اسمتھ بھی اس بات سے متفق ہیں کہ ایک وحی میں (حضرت) محمد ﷺ صاحب پیغمبری کا منصب پانے والے ظاہر کیے گئے ہیں۔[2] سر ولیم میور نے بھی (حضرت) محمد ﷺ صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ پیغمبر اور خدا کے نمائندہ تھے۔[3] اس طرح (حضرت) محمد ﷺ صاحب اور کلکہ

---

[1] These are the first revelations, that came to Mohammad that he believed, he heard them, spoken by an angel from heaven is beyond doubt. Page XXXI, Introduction; speeches of Mohammad, by Lane Poole.

[2] Upon this, Mohammad felt the heavenly inspiration and read, as he believed, the deeres of God, which he afterwards, promulgated in Koran. Then came the announcement O' Mohammad of a truth thou art the prophet of God and I am his angel "Gabriel". This was the crisis of Mohammad's life. It was his call to renounce and to take the office of prophet. Page 98, Mohammad & Mohammadanism by Rev. Bosworth & Smith.

[3] He was now the servant, the prophet the vicegerent of God. Page 48, Life of Mohamet, by Sir William Muir.

اوتار کی یکتائی یا ایک ہی شخصیت کو ظاہر کرتی ہے۔

(v) پَرَاکرم: آٹھ خصوصیات میں سے یہ پانچویں خصوصیت ہے۔ جسمانی طاقت میں بھی (حضرت) محمد ﷺ صاحب کافی بڑھے ہوئے تھے۔ اس کے ثبوت میں ایک پہلوان کا واقعہ پیش کیا جارہا ہے جس کا نام "رکانہ" تھا۔ ایک پہاڑی گپھا میں موجود رکانہ پہلوان سے جو خود بھی قریش سے تھا، (حضرت) محمد ﷺ صاحب نے خدا سے نہ ڈرنے اور خدا پر یقین نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے سچائی کو ظاہر کرنے کے لیے کہا تو (حضرت) محمد ﷺ صاحب نے کہا کہ تو تو بہت بڑا پہلوان و بہادر ہے اگر میں تجھ کو کشتی میں نیچا دکھاؤں تو یقین کر لے گا؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ تب (حضرت) محمد ﷺ صاحب نے اسے دوبار شکست دیا۔ پھر بھی اس نے (حضرت) محمد ﷺ صاحب کو پیغمبر نہ مانا اور خدا کی حقانیت کا یقین نہ کیا۔[1]

(vi) اَبہو بھاشا (کم گوئی): کم گوئی (کم بولنا) عظیم انسان کی بہت بڑی خصوصیت مانی جاتی ہے۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب بھی زیادہ تر خاموش رہا کرتے تھے مگر جو کچھ بولتے تھے وہ اتنا متاثر کن ہوتا تھا کہ لوگ ان کی باتوں کو نہیں بھولتے تھے۔[2] باہمی گفتگو میں (حضرت) محمد ﷺ صاحب خاموش ہی رہتے تھے۔ مگر عرب کے لوگ ان کی باتیں سننا بہت پسند کرتے تھے۔[3]

(vii) دان (خیرات): خیرات مذہب کا ایک ضروری حصہ ہے۔ ضرورت مندوں، غریبوں کو خیرات دینا بھی آٹھ خصوصیات میں سے ساتویں خصوصیت ہے۔ جو انسان کے بڑے پن کو ظاہر کرتی ہے۔ تقریباً تمام عظیم انسانوں نے اسے تسلیم کیا

---

1. اصح السیر، صفحہ ۹۷، مولفہ حکیم عبدالبرکات، اصح المطبع، کراچی ۱۹۳۲ء، Life of Mohamet, Page 523, Sir William Muir.

2. He was of great faciturorily, but when he spoke, it was with emphasis and deliberations and no one can forget what he said." Page XXIX. Introduction - The Speeches of Mohammad by Lane Poole.

3. In his intercourse with others he would sit silent among his companions for a long time together but truely was more eloquent than other men's speech for the moment speech was called for, it was forthcoming in the shape of some weighty spothegm on proverb such as Arabs love to hear. Page 110, Mohammad & Mohammadanism. R.B. Worth Smith.

ہے۔(حضرت) محمد ﷺ صاحب ہروقت خیرات وغیرہ دینے میں لگے رہتے تھے۔ ان کے گھر پر غریبوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔[1] وہ کسی کو نا امید نہیں کرتے تھے۔ سر ولیم میور نے بھی (حضرت) محمد ﷺ صاحب کو بہت خوبصورت شکل وصورت والا، بہادر وشجیع اور مخیر بتایا ہے۔[2]

(viii) کرتگیتا (احسان مندی): ودیعت کی خصوصیت خداوندی عطا کے سلسلے کی آخری خصوصیت ہے۔ اس خصوصیت کی عدم موجودگی میں کوئی شخص عظیم ہو ہی نہیں سکتا یا عظمت کو حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ کلکہ میں احسان مندی سمیت تمام آٹھ خصوصیات کا ہونا، پرانوں کے مطابق ضروری ہے۔ اور (حضرت) محمد ﷺ صاحب میں بھی احسان مندی کی خصوصیت کے ہونے کا کوئی بھی مورخ انکار نہیں کرسکتا۔ انصار کے بارے میں کہے گئے احسان مندی کے جملے یا احادیث (حضرت) محمد ﷺ صاحب کے احسان مندی کے اوصاف کو ظاہر کرتے ہیں۔[3]

16- ایشوری واری کا اپدیش : خدا کی باتوں کی تبلیغ یا خدائی احکام کا پہنچانا۔ کلکہ کی بابت بھارت میں مشہور ہے کہ وہ جو مذہب قائم کریں گے وہ ویدک مذہب ہوگا اور ان کے ذریعے تبلیغی تعلیم خدائی تعلیم ہوگی۔ (حضرت) محمد ﷺ صاحب نے جو قرآن دنیا کے سامنے پیش کیا وہ بھی خدائی احکام اور تعلیم ہے اور یہ بالکل ثابت ہے۔ اب اس کو بھلے ہی ضدی لوگ نہ مانیں۔

قرآن میں جو بھی دستورِ زندگی، علم الاخلاق، اخوت اور احسان مندی پر اکسانے کیلئے جو چشمہ موجود ہے، وہی وید میں بھی ہے۔ قرآن میں جس طرح مورتی پوجا کو رد، توحید کی تعلیم اور مساوات برتنے کی تعلیم دی گئی ہے اسی طرح وید میں ایکم ستیم (یعنی خدائے

---

1. Indeed, outside the prophet's hourse was a bench or gallery, on which were always to be found a number of poor who lived entirely upon his ganerosity and were hence called the people of bench." Page XXX, Introduction, the Speeches of Mohammad, by Lane poole.

2. He was, says an admiring follower; the handsomest and bravest the bright faced and most generous of men Page 523. The Life of Mohamet, by Sir William Muir

3. صحیح السیر۔ صفحہ ۳۴۳۔

واحد) اور انسانی بھائی چارے کا اعلان ہوا ہے۔ ویدوں میں خدا کی بھگتی کا حکم ہے اور قرآنی تعلیم کے مطابق مسلمان دن میں پانچ بار نماز ضرور پڑھتے ہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کلمہ اور (حضرت) محمد ﷺ صاحب کی بابت تمام باتیں ایک سی ہیں۔ اب ہم اختصار کے ساتھ ویدوں اور قرآن کی بنیادی تعلیم میں یکسانیت پر غور کریں گے۔

ویدوں اور قرآن کی تعلیمات

(الف) ایشور (اللہ) وہ ہے جس کے علاوہ دوسرا کوئی پوجنے کے لائق نہیں۔ وہ ہمیشہ رہنے والا اور خود ہی قائم ہے اور جتنی چیزیں ہیں سب اس کے تحت ہیں۔ جب تک اس کی اجازت نہ ہو، کوئی بھی اس کے نظم ونسق میں رخنہ نہیں ڈال سکتا۔ وہ ہمارے آگے اور پیچھے کی سب باتیں جانتا ہے اور ہم اس کے خزانۂ علم سے اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے۔ ارض و سما سب اس کے حدود علم کے اندر ہیں۔ وہ ان کو سنبھالے ہوئے ہے۔ وہ کبھی تھکتا نہیں، وہ سب کے اوپر اور سب سے بڑا ہے۔[1]
اپنشدوں کے ''ایکم برمھ ڈوتیم ناستی، نہنا ناستی کنچن'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایشور ایک ہے، اس کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہے، یہاں تو اس کے بغیر کچھ ہے ہی نہیں یعنی دنیا اس وقت تک ہے جب تک ایشور (اللہ) کی طاقت اسے سنبھالے ہوئے ہے۔ اگر خدا کی حقیقت کا انکار کیا جائے تو کائنات کا وجود ہی نہیں رہے گا۔

(ب) جس کو کوئی بھی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا، لیکن ہماری آنکھیں جو کچھ بھی دیکھتی ہیں اس کو برمھیہ (خدا) جان۔[2] قرآن میں یہ کہا گیا ہے کہ آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی مگر وہ سب آنکھوں کو دیکھتا ہے۔[3]

(ج) تو ہمیں سیدھے راستے پر لے چل۔[4] رگ وید میں بھی کہا گیا ہے کہ اے منور (روشن) خدا، ہمیں خوبصورت (سندر) راستے کی طرف لے چلو۔[5]

---

1. قرآن شریف۔۲۔۲۵۵،
2. یچکچھشانہ پشیتی .... یدی دمو پاشے ہ کونو پنشد (سام وید تلوکار برہمن)، حصہ ا منتر ۶۔
3. قرآن شریف۔۶۔۱۰۲ سے ۱۰۴ تک
4. قرآن شریف سورہ الحمد شریف
5. رگ وید، ا۔۱۸۹۔ا، وا۔ یہ۔۳۔۳۶ وغیرہ وغیرہ

(د) کہہ دو کہ اللہ ایک ہے اور سب اس کی پناہ میں ہیں، نہ وہ پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی کو پیدا کرتا ہے۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔[۱] پرمیشور ایک ہے، سبھی جانداروں میں موجود ہے، سارے اعمال کا محرک ہے۔ سبھی کے اوپر ہے، سب کا گواہ ہے، سب کچھ جانتا ہے اور نرگن ہے نرگن ایک صفت الٰہی ہے، ہندو مذہب کے مطابق مایا کے تین گن (خواص) ہوتے ہیں ست، رج، تم، سے مبریٰ یعنی ایسی ہستی جو ہر طرح کی حدود و قیود و تصورات سے بالا ہو)[۲]

(ذ) ایشور ستیہ ہے۔ ویدانت میں کہا گیا ہے کہ ستیم برھم یعنی برھم ستیہ ہے۔ یعنی اللہ ایک ہے۔[۳]

(ر) جدھر بھی تم اپنا رخ کرو گے، خدا اسی طرف ہے۔[۴] گیتا میں بھی کہا گیا ہے کہ بشوتو مکھم یعنی اس کے سب طرف رخ ہیں۔[۵]

(ز) ویدوں میں اور گیتا و اسمرتیوں میں ایک ایشور (خدا) کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے اور اپنی کی ہوئی برائیوں کیلئے معافی مانگنے کا حکم بھی اسی خدا کے حضور دیا گیا ہے۔ قرآن میں بھی کہا گیا ہے کہ اے نبی! کہہ دو کہ میں تو تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا الٰہ اکیلا عبادت کے لائق ہے تو تم سیدھے اسی کی طرف رخ کرو اور معافی بھی اسی سے مانگو۔[۶]

(ک) ویدوں (ایشور وانی، ایشور آ گیاں) پر شردھا (یقین، اعتقاد، یقین کامل) نہ کرنا اور اس کے احکامات کو نہ ماننا ''ناستکتا'' (دہریہ پن) ہے۔ ناستکتا کا مطلب ہے نامنظور کرنا، قرآن میں بھی کافر لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ کفر کا مطلب ہے نامنظور کرنا یا بھلا دینا۔ خدا اور پیغمبروں کو نہ ماننے والوں کی زبان سے کہلایا گیا ہے کہ ''جو کچھ تم کہتے ہو اس کی طرف سے ہم کافر ہیں (یعنی ہم اس کو نہیں مانتے ہیں)۔

---

۱ قرآن شریف (۱۲۲، ۱ سے ۴ تک)

۲ ایکو دیوہ سروَ بھوتیشو، گڑہ.........نرگڑشچہ = شویتاشوتر اپنشد، باب ۶، منتر ۱۱

۳ قرآن شریف (۲۱_۶۲) ۴ قرآن شریف (۹_۱۱۵)

۵ رگ وید_۱۰۹۰_۹ = سام وید ۶۱۷ = اتھر وید ۱۹، ۶، ۱ = وا: ی: ۳۱_۱ = تے، آ، ۱۳۳_۱

۶ قرآن شریف = ۳۴، ۳۴

(گ) مسلمان کا مطلب ہے خدا کے احکام کو ماننے والا۔ یعنی خدا پر، خدا کی باتوں (کتاب) پر اور اس کے پیغمبروں پر جو ایمان لایا، وہی مسلمان ہے۔ ٹھیک اسی مفہوم کے مترادف سنسکرت ادب میں ''آستک'' کا لفظ آیا ہے۔ ''آستک'' کا مطلب ہے، ایشور، ایشور کی باتوں اور آپت پرش (پیغمبر) پر سَر دھا (عقیدت) رکھنے والا۔ جس طرح سنسکرت ادب میں اوتار کی باتوں کو مستقبل کے بارے میں یقین کر لیا جاتا ہے اسی طرح پیغمبروں کے مستقبل بنی کو زمانۂ آئندہ وزیستِ بعد الموت وغیرہ کے بارے بلاشک و شبہ کے یقین کیا جاتا ہے۔ کافر لفظ کا صحیح متضاد لفظ مسلمان ہے۔ اور ناسک لفظ کا ضد آستک ہے۔ کافر سے کوئی مسلمان بحث وغیرہ نہیں کرنا چاہے گا اور اسی طرح کسی ناستک (دہریہ) سے کوئی آستک (خدا پرست) بات کرنا نہیں چاہیے گا۔ بھارت میں پچھتر فیصد لوگ آستک (خدا پرست) ہیں اور پچیس فیصد ناستک (دہریہ)۔ کافر اور ناستک ہم مفہوم ہیں اور مسلمان اور آستک ہم مفہوم۔

(ق) رہی بات، ہندو لفظ کی۔ تو یہ لفظ بالکل ہی نیا ہے۔ قدیم ہندوستان مذہب کو آریہ مذہب یا سناتن مذہب کہا جاتا تھا۔ آریہ دھرم (مذہب) کا مطلب ہے سریسٹھ دھرم (اعلیٰ مذہب)، اور سناتن دھرم کا مطلب ہے ازل سے چلا آنے والا مذہب[1] سنا بمعنی سب دن اور تن بمعنی چلا آنے والا۔ وید کے سنسکرت میں سا کار کو فارسی اور ایرانی میں ''ہا کار'' بن جاتا یا ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ سندھ کے کنارے تک آتے جاتے رہتے تھے۔ انہوں نے سندھ کے ''ساکار'' کو ''ہاکار'' میں بدل کر ہند بنا دیا اور استھان کو استان تلفظ کرنے لگے۔ اس طرح سندھ استھان کو ہندوستان میں بدل دیا اور یہاں کے لوگوں کو ہندو کہنے لگے۔ مسلمانوں کے دورِ حکومت سے بھارت کا نام ہی ہندوستان پڑ گیا اور یہاں کے لوگ ہندو کہلانے لگے۔ انگریزوں نے اپنی خصوصیاتِ زبان کی بنا پر ہند (Hind) کے "H" کو غائب کر دیا اور انڈ (Ind) اور انڈو (Indo) اور ملکی نشان لفظ (IA) لگا کر (India) انڈیا کر دیا۔ اور انڈیا میں رہنے والے انڈین کہلانے لگے۔ لہٰذا بھارت میں رہنے والے عیسائی، مسلمان، دراوڑ، کول، کرات، بھیل، پارسی، سنتھال وغیرہ

---

[1] بھوشیہ پران، داستانِ روزِ قیامت، تیسرا حصہ، باب ۳، چوبیسواں اشلوک

سبھی ہندو یا ہندی ہیں۔ سبھی انڈین ہیں، سبھی بھارتی ہیں۔ یہ زبان کے سائنسی مطالعہ سے ثابت ہے۔ ہندو دھرم انڈین دھرم، سناتن دھرم یا آریہ دھرم میں کوئی بھید نہیں ہے۔ بھید صرف زبان کا ہے۔

خاتمہ مضمون

صرف میں ہی نہیں، دنیا کا ہر تعلیم یافتہ انسان، تعصب سے بالاتر ہو کر، قوموں کی ہم آہنگی کے مقصد سے، اس تحقیقی کتاب کو قبولیت بخش کر، ملک و قوم کی آئندہ زندگی پرسکون بنائے گا۔ بھارتی جن کلکہ کو بھگوان مانتے ہیں۔ مسلمان انہی کلکہ کے چیلے (امتی) ہیں۔ کلکہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ بھارتیوں کا بہت بڑا کلیان (بہبودی، بھلائی) کریں گے۔ اس خیال و تصور کو لے کر ہر ہندوستانی خود کو ہندو کہے یا انڈین، کلکہ پر وشواش (یقین) کرے کیونکہ وہی آخری اوتار ہے۔ جو گھوڑے پر چڑھنا اور تیغ (تلوار) بدست رہنا کو قبول کریں گے اور جو یگ آنے والا ہے وہ گھوڑوں اور تلواروں کے دور سے کافی دور ہوتا جا رہا ہے۔ بھارتی لوگ مسلمانوں کو اپنے سے دوسرا نہ سمجھیں کیونکہ وہ (ایک دن) بھارتیوں کے بہت بڑے ہمدرد ثابت ہوں گے۔ اسلام اور مسلمان عربی زبان کے لفظ ہیں جن کا مطلب حکم ربی پر عمل، سناتن دھرم یا آستک ہوتا ہے۔

جو لوگ مذہب کے اندھے انو پائی (پیرو کار) ہو کر اپنے سناتن دھرم کو محدود کر دیتے ہیں اور دوسرے مذاہب کو نہ سمجھ کر آپس میں فساد پیدا کرتے ہیں وہ ایشور کے راج میں آگ میں تپائے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے اس تحقیقی مقالہ کو کسی تعصب کی بنا پر نہیں لکھا ہے۔ انتریامی (عالم القلوب، عالم الغیب) کا مجھے حکم ملتا ہے کہ ہندو مسلم ایکتا میں رخنہ انداز جو فساد کبھی کبھی کھڑا ہو جاتا ہے اور ایشور (خدا) کا نام لے کر ایک دوسرے کا قتل عام کرتے ہیں، یہ ایشور (خدا) کو برا لگتا ہے۔ تعلیم دینا اپدیشک (ناصح، مرشد) کا کام ہے۔ مگر عمل کرانا ناصح کی ذمہ داری نہیں ہے۔ وہ تو ایشور (خدا) کے ذمہ ہے۔ ایک انسان کیا کسی سے کچھ کرائے گا؟ (حضرت) عیسیٰ نے جن احمد ﷺ (خدا کے تعریف کردہ) کے بارے میں پیشین گوئی کی، بید بیاس (ایک بہت بڑے معلم و سادھو) جی نے آمدہ واقعات

وحالات کی روشنی میں جن کلکہ کی تعریف کی ہے، انہیں کی گواہی دینا میرا کام ہے۔ عیسائی کلکہ کو مانے یا نہ مانے لیکن ہندوستانی اسے ضرور مانیں گے۔

کلکہ اور حضرت محمد ﷺ صاحب کے بارے میں جو مواد مجھے ملا اسے دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ جن کلکہ کے انتظار میں ہندوستانی بیٹھے ہوئے ہیں، وہ تو کب کا آ چکا ہے اور وہی (حضرت) محمد ﷺ صاحب ہیں۔ دونوں کے مطالعہ میں اگر کہیں کوئی اختلافی ثبوت ملے بھی تو تصنیف غیر سمجھ کر نظر انداز کرنا چاہیے یا ''ہری انت''، ''ہری کتھا اننتا'' کے مصداق حکایت و سرگزشت کا اختلاف بنیادی مذہبی اصول تقریباً یکساں ہیں۔ مگر یہ کم عقل لوگوں کے علم و دانش سے بالا ہے۔

کچھ عرصہ قبل ویدک دھرم میں شامل برائیوں کا خاتمہ کرنے والے مہاتما بدھ جی کے ذریعے تبلیغ شدہ مذہب اور ان کے ماننے والوں کو نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ویدک دھرم سے الگ یہ نیا مذہب ہے مگر پرانوں (پرانٹروں) کے چوبیس اوتاروں سے متعلق جب یہ پڑھا گیا کہ بدھ جی تئیسواں اوتار ہے، تب لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ یہ مذہب بھی اپنا ہی مذہب ہے اور بدھ جی بھی ایک اوتار ہی ہیں۔ تب ویدک اور بدھوں کا نفاق دور ہو گیا اور آج بدھ بھی ویدک دھرم کے تحت ہی مانے جاتے ہیں۔ اسی طرح (حضرت) محمد ﷺ صاحب کے ذریعے ظاہر کردہ سناتن دھرم اور ان کے پیروکاروں کو دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ ویدک دھرم کے الٹا ہی کوئی مذہب ہے مگر چوبیس اوتاروں کے متعلق بھگوت پران میں جب میں نے کلکہ کو دیکھا اور بارہویں باب میں ان کے ضمن میں ہونے والے تفصیل بیان کو پڑھا تو (حضرت) محمد ﷺ صاحب سے مکمل مماثلت پایا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہی ہیں کلکہ اور ان کے مذہب کے سیلاب اور پیروکاروں کے بڑھنے سے تو اپنا ویدک دھرم پر ہی مہر ثبت ہوتی ہے۔ ابھی نہ سہی، جب اس بات کا سب کو علم ہو جائے گا، تب مسلمانوں.......... مسلمانوں کا اسلام دھرم یا خدا پرستوں (آستکوں) کا خدا کے حکم پر عمل کرنے کا مذہب، بھارت میں مروج ویشنو شیئو، شاکت، جین اور بودھ دھرم کی طرح ہی لوگوں میں مروج و قابل قبول ہوگا اور بھارتیوں اور مسلمانوں کا طبقہ مل کر ایک بہت بڑا

سماج بنے گا۔ لاٹھی ڈنڈوں کے زور سے مذہب نہیں پھیلتا۔ ہاں، لوگوں کو کرمِ الٰہی سے مذہب کی صداقت وحقانیت کا علم ہو جاتا ہے تو وہ خود ہی اعلیٰ مذہب پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ یہ مذہب کا علم رکھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو مذہب کے اصولوں سے واقف کرائیں اور جب ان میں عقیدت پیدا ہو جائے گی تو خود ہی اسے ماننے لگیں گے۔ خدائی مذہب کے مبلغوں کو پرامن طور پر مذہب کی تبلیغ کرنی چاہیے۔ مذہب کا تعلق رہن سہن سے نہیں ہے نہ تو ڈاڑھی اور چوٹی رکھنے سے۔ یہ تو جسم کا مصنوعی اور ظاہری روپ ہے۔ مذہب کا تعلق تو دل میں موجزن ان خیالات سے ہے جن سے زندگی کا سفر منظم طریقے سے تمام ہو۔

تمام ہندو، بھارتی یا انڈین لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ صرف وہ ہی ہندو نہیں ہیں بلکہ یہاں رہنے والے مسلمان اور عیسائی بھی ہندو ہیں کیونکہ ہندو لفظ کا مطلب ہوتا ہے کہ جو ہندوستان میں رہے۔

میری مسلمانوں سے بھی گزارش ہے کہ ہندو اور ہندوستان لفظ انہی کا دیا ہوا ہے لہٰذا وہ بھی اپنے کو ہندو کہنے میں پس وپیش نہ کریں۔ بھارت میں جو بھی طبقاتی طرزِ زندگی رائج تھا وہ عمل کی بنیاد پر تھا نہ کہ ذات برادری سے متعلق۔ کیونکہ ورن لفظ کسی پیشہ سے تعلق رکھتا ہے۔ خدا کی عبادت کرنے والے اور روزمرہ منظم زندگی گزارنے والے مسلمان بھی برہمن ہیں اور ایشور پر یقین رکھنے والے بھی مسلمان اور خدا پرست ہیں۔ مسلمان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ختنہ کرایا تو مسلمان اور آستک (خدا پرست) کا یہ مطلب نہیں کہ چوٹی رکھ لی تو وہ برہمن، چھتریہ، ویشیہ اور شودر۔ ڈاڑھی وغیرہ تو پرانے زمانے میں رشی منی (سادھو) لوگ بھی رکھتے تھے۔ بھارت میں اونچ نیچ کا تفرقہ اس وقت تک دور نہ ہوگا تاوقتیکہ برابری کا سلوک نہ ہو اور تب تک (اس وقت) آرام وسکون بھی میسر نہ ہوگا۔ اس بابت بعد میں کوئی اور دوسری کتاب لکھوں گا کیونکہ اس تحقیقی مضمون میں اتنی گنجائش نہیں کہ اس میں ہر بات آسکے۔

❁❁❁

ہماری چند اہم مطبوعات



دار الکتاب

042 7235094